دَر کفے جامِ شریعت، دَر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

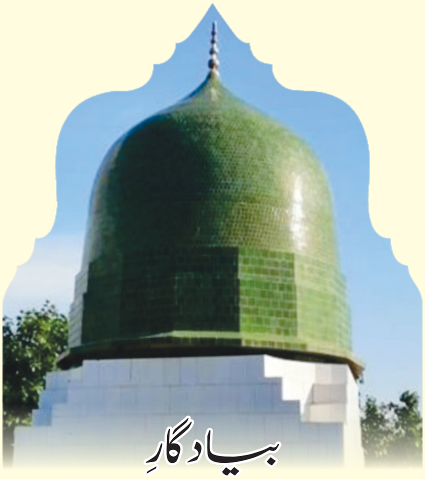

بیادگارِ

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

مجلّہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

رجسٹرڈ نمبر
پی ۵۶۵

پندرہ روزہ
الحسن پشاور

سرپرست اعلیٰ
(فقیر) سید
محمد نور الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۵، ۱۶
جلد نمبر ۲

یکم تا ۲۸ فروری ۲۰۲۵ء
شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے عکاس پرنٹرز محلّہ جنگی پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	شبیر حسین امام	۳
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نفیس احمد نفیس	۶
۳	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ	سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۷
۴	سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	خدیجہ طاہر	۱۴
۵	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عثمان محمود	۱۹
۶	روزہ وعید اور دار العلوم دیو بند کا فتویٰ	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۲۰
۷	فضائل درود شریف	سید یاسر بخاری	۲۴
۸	غزل	مرزا اسد اللہ خان غالب	۳۳
۹	شرح در معنی حریت اسلامیہ	ڈاکٹر علامہ زید گل خٹک	۳۴
۱۰	خصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد قمر صدیقی قادری	۳۸
۱۱	فکر اقبال کا ایک نادر مخفی مآخذ	سید انور شاہ قادری بخاری	۴۴
۱۲	غزل	سردار عبد الرب نشتر	۴۹
۱۳	مولوی جی ایک ہم درس کی نظر میں	انٹرویو: صوفی مشتاق احمد صدیقی	۵۰
۱۴	فضائل درود وسلام	افتخار احمد حافظ قادری	۵۵
۱۵	حالاتِ حاضرہ	شبیر حسین امام	۵۷
۱۶	قوالی اور گرہیں لگانے کا فن	پروفیسر ڈاکٹر غلام معین الدین نظامی	۶۰
۱۷	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری بخاری	۶۳

شذرہ

معاشی حقائق

شبیر حسین امام

ٹیکس اصلاحات کے نام سے ہر نئے محصول کو نافذ کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ جارحانہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے لیکن ٹیکس دہندگان کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا۔ گذشتہ چند برس کے دوران ٹیکس وصولی اور نفاذ کا ادارہ (فیڈرل بیورو آف ریونیو) اِس مفروضے پر کام کر رہا ہے کہ بہتر آمدن اور بودوباش رکھنے والوں کی بڑی تعداد غیر اعلانیہ طور پر دولت جمع کر رہی ہے لیکن وہ اپنے حصے کا واجب الادا ٹیکس ادا نہیں کرتے۔

تکنیکی اصلاحات کو الگ رکھتے ہوئے اگر عام آدمی کے نکتۂ نظر سے بات کی جائے تو ایسے افراد کو ٹیکس چور کہا جائے گا جو ملک کے ٹیکس قوانین وقواعد کو چکما دینے کے ماہر ہیں لیکن ایسے افراد کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی بجائے نان فائلرز کے لیے زیادہ سخت سزائیں متعارف کرائی جا رہی ہیں اور نت نئے بہانوں سے ٹیکس وصولی میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

عام آدمی سے زبردستی ٹیکس وصولی کے طریقوں میں گاڑیوں اور جائیدادوں کی خریداری، کیپٹل گین اور یہاں تک کہ معمول کی نقد رقم نکالنے پر بھی بھاری ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے جو کسی بھی طور منصفانہ اقدام نہیں۔ دوسری جانب ٹیکس حکام نے ٹیکس پورٹل کو ازسرنو مرتب کیا ہے جس سے بظاہر شہریوں کے لیے اپنے گوشوارے جمع کروانا آسان ہو گیا ہے

لیکن یہ آسانی بھی مشکلات بھری ہے کہ ایک مرتبہ ٹیکس گوشوارہ جمع کروانے کے بعد ہر سال اِس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے اور جس کسی دباؤ یا مصلحت کے تحت ایک مرتبہ گوشوراہ جمع کروانے والوں کی اکثریت دوبارہ گوشوارے جمع ہی نہیں کرواتی۔

یہی وجہ ہے کہ ٹیکس نیٹ وسیع کرنے کی کوششیں دھری کی دھری دکھائی دے رہی ہیں اور کسی طور ٹیکس محصولات میں متوقع اضافہ نہیں ہو رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ فروری ۲۰۲۵ء کے آغاز تک انسٹھ لاکھ ٹیکس گوشوارے جمع کرائے گئے جن میں سے صرف تین ہزار چھ سو اکیاون افراد نے دس کروڑ روپے سے زائد کی قابل ٹیکس آمدن ظاہر کی جبکہ صرف بارہ افراد نے دس ارب روپے سے زائد کے اثاثے ظاہر کیے۔

اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ تریالیس اعشاریہ تین فیصد ٹیکس فائلرز نے ایف بی آر کو بتایا کہ اُن کی آمدنی ''صفر'' یعنی قابل ٹیکس نہیں۔ ذہن نشین رہے کہ پاکستان کے ٹیکس قوانین میں سالانہ چھ لاکھ روپے سے کم آمدنی والے افراد (یعنی پچاس ہزار روپے ماہانہ آمدنی رکھنے والوں کو) ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور قابل ٹیکس آمدنی ظاہر نہ کرنے والے فائلرز کی بڑی تعداد سے پتہ چلتا ہے کہ آبادی کا ایک بڑا حصہ سینتیس ہزار روپے ماہانہ کی کم از کم اجرت سے کچھ زیادہ کماتا ہے۔

ایک عرصے سے اس معاشی حقیقت کو تسلیم کرنے میں ناکامی اس کی ٹیکس پالیسیوں میں بنیادی خامیوں کی نشاندہی کر رہی ہے۔

لمحہ فکریہ ہے کہ ٹیکس چوری پاکستان میں جرم ہی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ قابل سزا جرم ہے۔ ٹیکس حکام اِس معمے کو سمجھنے اور حل کرنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں کہ قابل ٹیکس آمدنی نہ رکھنے والوں کی اکثریت کی چھتوں پر شمسی پلیٹیں ہیں اور وہ تہواروں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ شاید اِس قوتِ خرید کا جواب جزوی طور پر پاکستان کی وسیع غیر ملکی افرادی قوت میں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ بہت سے گھرانے بیرونِ ملک سے ترسیلاتِ زر پر انحصار کرتے ہیں۔ یقیناً پاکستان کا مسئلہ غیر اعلانیہ دولت نہیں بلکہ ایک مضبوط ملکی معیشت کو فروغ دینے میں حکومتی اداروں کی ناکامی ہے۔

ٹیکس وصولی کا موجودہ نظام حسب آمدنی ٹیکس وصول نہیں کرتا بلکہ اُن لوگوں سے زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جو کم آمدنی رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آمدنی کے پائیدار ذرائع رکھنے کے باوجود ایک بڑا طبقہ اپنے حصے کا (حسب آمدن) ٹیکس ادا نہیں کر رہا اور نہ ہی ''اِس جرم'' پر اُن کی حسب حال گرفت ہو

رہی ہے۔

تشویشناک امر یہ ہے کہ جب معاشی انصاف واستحکام نہیں ہوگا تو بہتر مستقبل کے لوگ بیرون ملک کارخ کریں گے اور ہنر مندوں کے لیے معاشی ہجرت ہی مالی استحکام کا واحد اور قابل عمل حل ہوگا جس کے لیے وہ اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈالنے سے گریز نہیں کررہے اور آئے روز یہ خبریں ملتی ہیں کہ فلاں ملک کے ساحل پر ڈوبنے والے بدقسمت غیر قانونی تارکین وطن میں پاکستانی بھی شامل تھے۔ انسانی سمگلنگ پر قابو نہ پانا قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کمزوریوں میں شامل ہے۔ پاکستان کی ضرورت ساختی معاشی ترقی ہے اور اِس کا کوئی دوسرا متبادل ماسوائے معاشی بہتری نہیں ہے۔

پائیدار ٹیکس نظام کے لیے پھلتی پھولتی معیشت کی ضرورت ہے جس میں لوگوں کو اداروں پر اور اداروں کو لوگوں پر اعتماد ہو۔ صنعتوں کو مضبوط بنانا، چھوٹے کاروباروں کی مدد کرنا اور پیشہ ورانہ تربیتی پروگراموں میں سرمایہ کاری اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ معاشی استحکام آئے تاہم اِس کے لیے ایک طویل سفر طے کرنا پڑے گا۔

ملک کی اشرافیہ اور سرمایہ داروں کو اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے معاشی ترقی میں بامعنی طور پر بنا ترغیب بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہوگا۔ معاشی حقائق کو نظر انداز کر کے ٹیکس پالیسی کامیاب نہیں بنائی جا سکتی۔ ٹیکس وصولی اور قانون شکنی روکنے والے متعلقہ حکومتی اداروں کو مربوط کارروائیاں کرتے ہوئے تمام تر توجہ اور افرادی و تکنیکی وسائل تادیبی ٹیکسوں کی حکمت عملی سے ہٹا کر حقیقی معاشی بحالی کی طرف منتقل کرنی چاہیے۔

چمن کی ہر کلی ہر پھول مسکائے تو بہتر ہو
اگر تھوڑا بھی یہ منظر بدل جائے تو بہتر ہو
ہیں اک گاڑی کے دو پہیے یہاں کمتر کہاں کوئی
سفر مل جل کے آپس میں جو کٹ جائے تو بہتر ہو

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نفیس احمد نفیس

نورِ خدا ہیں، رہبر و سالار آپ ہیں
ہر تیرگی میں مطلع انوار آپ ہیں

امت کے آقا مالک و مختار آپ ہیں
خیر الانام نبیوں کے سردار آپ ہیں

حسن و حسین فاطمہ شیر خدا علی
جس باغ کے یہ گل ہیں، وہ گلزار آپ ہیں

دشمن کے ساتھ آپ کا جو پرسش مزاج
ثانی نہیں ہے جس کا وہ کردار آپ ہیں

جن و بشر ہیں آقا سبھی آپ پر فدا
اس رب ذوالجلال کے دلدار آپ ہیں

احقر ہے یہ نفیس ابھی نعت گوئی میں
ہو جائے گا کرم، مرے سرکار آپ ہیں

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ

قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث نمبر ۲۰/ ۱۶۳: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرمایا سب سے اچھا گوشت پشت (کمر، پٹھ) کا گوشت ہوتا ہے۔

حل لغات: لَحْم: گوشت۔ الظَّهْر: پشت، کمر، پٹھ۔

تشریح: پشت کا گوشت زود ہضم ہوتا ہے، مضرت رساں نہیں ہوتا۔ نیز اس سے پیٹ میں گرانی پیدا نہیں ہوتی، چونکہ ہڈی والا ہوتا ہے اسی لیے نمکین بھی ہوتا ہے۔

گوشت میں سات چیزیں مکروہ تحریمہ ہیں۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل'' جلد اوّل، صفحہ ۲۱۷ پر حدیث شریف نقل کرتے ہیں

وَوَرَدَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ
سَبْعًا الْمَرَارَةَ وَالْمَثَانَةَ، وَالْحَيَاءَ، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ بکری میں سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں: کپورہ، حرام مغز، خون، پتّہ، نر و مادہ کی شرمگاہ، غدود، مثانہ۔

حدیث نمبر ۲۱/ ۱۶۴ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سرکہ اچھا سالن ہے۔

حل لغات: نِعْمَ : اچھا۔ بہت خوب۔ اَلْخَلُّ : سرکہ۔

تشریح: اس حدیث شریف کی تشریح اسی باب کی پہلی حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمالیجیے۔

حدیث نمبر ۲۲/ ۱۶۵ : حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَابِتٍ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَيْءٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِيْ مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ اُدُمٍ فِيْهِ خَلٌّ

ترجمہ: ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ سوائے خشک روٹی اور سرکہ کے اور کچھ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا لے آؤ، جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

حل لغات: يَابِسٌ : خشک سوکھی ہوئی۔ اَقْفَرَ : ف پر ق مقدم ہے اس کے معنی ہیں خلاء یعنی خالی جگہ جس وقت کوئی شخص اکیلا روٹی کھائے تو کہا جاتا ہے اَقْفَرَ الرَّجُلُ اور جس وقت گھر خالی ہو تو کہا جاتا ہے اَقْفَرَ الْبَيْتُ۔ (نہایہ)

تشریح: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو وہاں سوال کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ نیز حضور سرور کائنات فخر رسل، ہادی کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کا کیا ہی سادہ نمونہ اپنی اُمّت کو عطا فرمایا کہ کھانے پینے میں جو میسر آجائے اسی پر بسر اوقات کر لینی چاہیے۔ درحقیقت ایک مومن کی زندگی تبلیغ اسلام، جہاد، اعلائے کلمۃ اللہ اور یادِ الٰہی کے لیے ہے نہ کہ خورد و نوش کے لیے۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زِیستن از بہر خوردن است

حدیث نمبر ۱۶۶/۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

ترجمہ: ابی موسیٰ اشعری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

حل لغات: اَلثَّرِیْد: شوربے میں روٹی توڑ کے جو کھانا تیار کیا جائے اسے ثَرِیْد کہتے ہیں، ثَرْدٌ اس کا مصدر ہے۔

تشریح: ثرید کے متعلق علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ وہ شوربا جس میں روٹی کو توڑ کے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور گاہے گاہے اس میں گوشت بھی پکایا جاتا ہے اور عرب لوگ اس کھانے کو پسند کرتے ہیں، صاحبِ ''اتحافات الربانیہ'' فرماتے ہیں:

المراد بالنساء هنا أزواج النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ (وَ اٰلِهٖ) وَسَلَّمَ۔
هكذا ذهب بعض العلماء

یعنی بعض علماء کے ارشاد کے مطابق عورتوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ اور علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

ان المراد بالنساء هن المعاصرات لعائشة لأن خديجة أفضل من السيدة عائشة

یعنی عورتوں سے مراد سیّدہ عائشہ صدیقہ کی معاصر عورتیں ہیں اس لیے کہ جنابہ خدیجہ الکبریٰ سیّدہ عائشہ سے افضل ہیں۔

حضرت مولانا مولوی محمد عاقل صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل است از خدیجہ و عائشہ زیرا کہ آنحضرت در حق فاطمہ زہرا فرمود کہ فاطمة بضعة منی یعنی فاطمہ گوشت پارہ ایست از من پس ہیچ احد برابر نشود بعضہ آن سرور را۔''

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جنابہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ سے افضل ہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ لہٰذا حضور سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اطہر و مقدس کے ساتھ کوئی بھی برابر نہیں ہوسکتا۔

صلی الله عليك يا رسول الله وسلم عليك يا حبيب الله

حدیث نمبر ۲۴/۱۶۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ۔

ترجمہ: انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ام المومنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف کی شرح حدیث ۲۳ / ۱۶۶اسی باب میں ملاحظہ فرمالیجیے۔

حدیث نمبر ۲۵ / ۱۶۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ ثُمَّ ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو کیا، پھر دیکھا کہ بکرے کے دست کا گوشت تناول فرمایا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حل لغات: ثَوْرٍ :ٹکڑا۔اس کی جمع اَثْوُرٌ ۔ثِيَارٌ، ثِيَرَةٌ اور ثِيْرَانٌ آتی ہے۔اَقِطٍ : پنیر، جما ہوا دودھ جو پک کر سوکھ کر پتھر کی طرح ہو جائے یعنی قروت یا پنیر۔وھو لبن جامد امسجر ۔

تشریح: یعنی ”حضور رسول مقبول، سرورِ دو عالم، فخر رسل، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنیر یا قروت کا ایک ٹکڑا کھانے کے بعد وضو فرمایا“۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس وضو سے مراد کلی کرنا اور دونوں ہاتھ دھونا ہے اور اسی طرح روٹی کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا مندوب ہے، اگر ہاتھ صاف ہوں تو ان کے نہ دھونے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی روٹی کھائے تو پھر باوجود ہاتھ صاف و پاک ہونے کے دھونے سنّت ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ”پھر میں نے دیکھا کہ بکرے کے دست کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا“۔اس (حدیث شریف کے) فقرہ سے معلوم ہوا کہ دوسری بار وضو نہیں فرمایا، دونوں فقروں میں محدثین کرام رحمہ اللہ علیہم اجمعین نے یوں توفیق فرمائی کہ جمہور صحابہ اور جمہور مجتہدین کا مذہب عدم وجوب وضو پر ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جس سے انہوں نے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچائی ہے کہ حضور آخری عمل مبارک اسی پر تھا کہ آگ چھوئی (آگ پر پکائی ہوئی یا گرم کی ہوئی) چیز نوش فرمائی اور وضو نہیں کیا۔اس لیے علماء کرام نے وضو نہ کرنے والی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔یہ بات خاص طور پر

ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ توفیق اسی صورت میں ہوگی جبکہ وضو کے معنی شرعی وضو کے ہوں اور اگر لغوی معنی ہوں یعنی ہاتھ اور دہن کو دھونا تو پھر توفیق کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ استاذ گرامی حضرت صدر الافاضل صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نوراللہ مرقدہ کی تقریر کا خلاصہ ہے۔

وَاللهُ أَعْلَمُ بالصواب

حدیث نمبر ۱۶۹/۲۶: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ عَنِ ابْنِهِ وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيقٍ

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ تازہ کھجور اور ستو سے کیا۔

حل لغات: اَوْلَمَ: ولیمہ کی دعوت کی، اَیْلَامٌ مصدر ہے بمعنی ولیمہ کرنا۔ تَمْرٌ: تازہ کھجور۔ سَوِیْقٌ: ستو۔

تشریح: نکاح کے وقت نکاح کرنے کے بعد کھانا پکا کر کھلانا بشرطیکہ وہ ولیمہ کی طرف منسوب ہو سنّت موکدہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلوتِ صحیحہ کے بعد ولیمہ کرنا افضل ہے اور ولیمہ کی دعوت کو شرائط مقررہ کے ساتھ قبول کرنا بھی سنّت ہے۔ مولانا محمد عاقل صاحب تحریر کرتے ہیں:

"شیخ بن حجر گفتہ کہ احتمال است کہ بعد از طول زمان نیز ادا کردہ شود، چنانچہ در عقیقہ گفتہ اند کہ تا بلوغ مطالبہ از پدر او جائز است بلکہ بعد بلوغ خود ادا کند، اگر پدرش مردہ باشد۔"

یعنی شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مدت گذر جانے کے بعد بھی ولیمہ ادا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ عقیقہ کے متعلق ہے کہ بالغ ہونے تک تو والد کرے اور بلوغ کے بعد خود کرے، اگرچہ والد فوت ہو چکا ہو۔

حضور سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ولیمہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے:

مَا أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ جیسا (جتنا بڑا) کیا اتنا کسی بیوی کا نہیں کیا۔

ولیمہ اپنی حیثیت پر منحصر ہے۔ اگر گوشت نہ ہو سکے تو عام کھانے پر بھی ہو سکتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور اور ستو پر کیا۔ ایک بیوی کا حیس[1] پر کیا۔ ایک اور بیوی کا دو مُد[2] پر وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ ولیمہ کی دعوت میں غریب اور امیر ہر طبقہ کے افراد کو دعوت دینی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو سرمایہ داروں، حکمرانوں، مالداروں اور ذی وجاہت افراد کو تو دعوت دی جائے اور غریب مفلس، مفلوک الحال اور نادار متعلقین افراد کو بھلا دیا جائے۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ (بخاری: ۵۱۷۷)

یعنی سب کھانوں میں برا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جائیں اور غریب لوگ چھوڑ دیئے جائیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ ولیمہ ہی نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

وهي سنة مؤكدة والافضل فعلها بعد الدخول اقتداء به صلى الله عليه وسلم

یعنی یہ سنّت موکدہ ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے خلوتِ صحیحہ کے بعد کرنا افضل ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، یہ ۷ ہجری محرم میں جنگ خیبر کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آئیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کیا اور پھر نکاح کیا اور ولیمہ کیا۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا

جدك نبي وعمك نبي وزوجك نبي

یعنی تیرا دادا نبی تھا، تیرا چچا نبی تھا، اور تیرا خاوند بھی نبی ہے۔ (جاری ہے)

[1] ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے۔

[2] ایک پیمانہ جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل اور اہل حجاز کے نزدیک تہائی رطل ہے۔ ایک رطل چالیس تولہ کا ہوتا ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

خدیجہ طاہر

سیدہ طیبہ طاہرہ حبیبۂ محبوبِ کائنات ﷺ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو محسنۂ اسلام کہنا بے جا نہ ہوگا۔آپ پر وقار شخصیت کی حامل مکہ مکرمہ کی سب سے مال دار خاتون تھیں اور ملیکۂ عرب کے نام سے معروف تھیں جن کی شرافت مسلمہ اور کردار ہمیشہ پاکیزہ رہا۔خواتین میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والی خاتون جنہیں آقا ﷺ کی پہلی زوجہ اور ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

نصیب ایسا کہ خالق کائنات کا سلام آیا، رفاقت ایسی حسین کہ محبوب ﷺ نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ فرمایا، خوش نصیب ایسی کہ نبی آخرالزماں ﷺ کا خاندان آپ سے آگے چلا، غمگسار ایسی کہ نبی کریم ﷺ ان کی جدائی پر بے حد غمگین ہوئے اور ان کے وصال کے سال کو ''عام الحزن'' کا نام دیا۔پیغمبر کائنات ﷺ کو دلاسہ دینے والی، خلوتوں میں آپ کی تکالیف پر رونے والی مگر جلوتوں میں آقا سید عالم ﷺ کی ڈھارس بندھانے اور ساتھ دینے والی تمام امت کی پہلی ماں جو عظمتوں اور رفعتوں کی انتہاء پا گئیں۔

آپ کا نام نامی خدیجہ، کنیت اُم ہند اور لقب طاہرہ ہے۔سیدہ خدیجہ کے والد خویلد بن اسد ایک کامیاب تاجر تھے اور نہ صرف اپنے قبیلہ میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنی معاملہ فہمی و دیانت داری کے باعث قریش میں ہر دل عزیز اور محترم تھے۔

آپ عام الفیل سے پندرہ سال قبل پیدا ہوئیں۔بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں۔ جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی شادی ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوئی۔ابو ہالہ سے ان کے دو بیٹے ہوئے۔ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا نام ہند تھا۔بعض روایتوں کے مطابق مؤخر الذکر کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد سیدہ کی دوسری شادی عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی۔ان سے بھی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔کچھ عرصہ بعد عتیق بن عائد بھی فوت ہو گئے اوران کے انتقال کے بعد آپ کو محبوب علیہ السلام کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

تاریخ عالم کا رخ بدلنے میں جن خواتین نے اہم کردار سر انجام دیا ہے ان میں سر فہرست اور سنہری حروف سے لکھا گیا مقدس اسم گرامی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا ہے۔ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ عرب کی معزز ترین اور دولت مند خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفضل اور ایمان وایقان میں بھی نمایاں مقام رکھتی تھیں۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی رفاقت اور غمگساری کو آخری سانس تک نہ بھول پائے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ خدیجہ جیسی رفیقہ مجھے کوئی اور نہ ملی۔

سیدہ خدیجہ عزت واحترام، دولت وثروت اور علم وعرفان میں بلند منزلت اور بین الاقوامی تجارت میں ماہر تھیں۔آپ تاریخ اسلام میں نمایاں اور مرکزی مقام رکھتی ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرفِ زوجیت سے پہلے بھی آپ تاریخ ساز شخصیت تھیں اور پورے عرب میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ عرب، جہاں عورت کو پیدا ہوتے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، وہاں ایسی عورت کا وجود جس نے تجارت میں مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

گھر میں بیٹھ کر تجارت کرنا، اتنے بڑے تجارتی نظام کو ترقی دینا اور عورت ہو کر مختلف دیار وامصار میں پھیلی ہوئی دولت وتجارت کی دیکھ بھال کرنا اور پھر عورت کی تضحیک کرنے والے معاشرے کے رؤساء وتاجران، امراء وسربراہان اور بادشاہان کے پیام ہائے عقد کو ٹھکرا دینا، عرب کے پندار امارت و ریاست کو چور چور کر دینا، آپ کے ہی تاریخ ساز اقدامات ہیں۔

آپ کی فکر ونظر، عقل وشعور، تہذیب وتمدن، سلجھے ہوئے خیالات وتصورات، الغرض آپ ابتدا سے انتہا تک طاہرہ تھیں اور ہر اعتبار سے سیدۂ قریش تھیں۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان ایسی ہی رفیقۂ حیات ہو سکتی تھیں جو خود ہر اعتبار سے پاکیزہ اور اعلیٰ ہوں۔مزاج کی یکسانیت، خیالات کی یکجہتی، فکر ونظر اور قول وفعل کی ہم آہنگی سیدہ طاہرہ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال ازدواجی زندگی کا سنہرا

باب ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب حدیث کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور لسانِ رسول ﷺ سے ارشاد شدہ ہر فضیلت ومنقبت ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔

صحیح بخاری میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

”مجھے رسول اکرم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے تھے اور جب آپ ﷺ کوئی بکری ذبح فرماتے تو اس کے اعضا کو علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں حضرت خدیجہ کی ملنے والی عورتوں کے ہاں بھیجتے۔ کبھی میں اتنا عرض کر دیتی کہ دنیا میں کیا خدیجہ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ تو آپ ﷺ فرماتے، ہاں وہ ایسی ہی یگانہ روزگار تھیں اور میری اولاد بھی ان سے ہے۔“

سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا وہ عظیم خاتون تھیں جو خواتین میں سے رسول اکرم ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور چونکہ ایک مالدار اور صاحب ثروت گھرانے سے آپ کا تعلق تھا اس لیے اپنا سارا مال ومتاع رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اسلام پر قربان کر دینے میں لمحہ بھر بھی توقف نہ کیا۔ اسی لیے ائمہ اور علما نے لکھا ہے کہ ظاہری طور پر اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ خدیجہ کے مال سے غنی فرما دیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکل وقت میں رسول اللہ کا ساتھ دیا جب چاروں طرف مخالفین تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لیے مختلف احادیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے سیدہ خدیجہ کو اور ان کی قربانیوں کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے خدیجہ کی محبت پلا دی گئی ہے اور سیدہ خدیجہ جتنا عرصہ ظاہری طور پر موجود رہیں رسول خدا ﷺ نے عقد ثانی بھی نہ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہ نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب میرا ساتھ دینے والا کوئی

نہیں تھا اور خدیجہ نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے پابندیاں لگا رکھی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت پورے عرب میں مشہور تھی کیونکہ اللہ نے آپ کے والد کو تجارتی لحاظ سے بہت نوازا تھا اور سیدہ خدیجہ اپنے والد کے مال و متاع کی وارث تھیں۔

عرب کے یتیموں، بیواؤں اور غریبوں پر آپ بہت خرچ کرتی تھیں، کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی نہیں لوٹتا تھا بلکہ ہمیشہ بامراد واپس جاتا۔ جب بھی کسی ضرورتمند کو کوئی حاجت یا طلب ہوتی تو اسے یقین ہوتا تھا کہ اس دروازے سے کبھی خالی نہیں لوٹایا جاؤں گا۔ سیدہ خدیجہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ اور ان کے پورے قبیلے کی خشک سالی کے دوران بہت زیادہ معاونت فرمائی۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچیں، یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ سے نکاح کر چکے تھے۔ حضرت حلیمہ نے رسول اکرم ﷺ سے عسرت، خشک سالی اور مویشیوں کے ہلاک ہونے کا ذکر کیا۔ رسول کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے اس بارے میں ذکر کیا تو انہوں نے حضرت حلیمہ کو ذاتی مال میں سے چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لیے اونٹ بھی پیش کیا جو سامان سے لدا ہوا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آ کر عرض گزار ہوئے "یارسول اللہ یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں سالن اور کھانے پینے کی چیزیں ہیں، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا اسلام کہیے اور انہیں جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے جس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کوئی تکلیف ہو گی۔"

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت مریم ہیں اور (اسی طرح) اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت خدیجہ ہیں۔" (بخاری و مسلم)

عزت و دولت کی مالک سیدہ خدیجہ علم و عرفان کی زندگی بسر فرما رہی تھیں۔ جب دنیا جہالت و

جاہلیت کے اندھیروں میں گم تھی، سیدہ پاک کی شمع حیات کتب سماوی اور علوم لدنی کے درمیان روشن تھی۔ آپ علمی مباحثہ فرمایا کرتی تھیں اور جید علماء کتب آسمانی اور احبار یہود سے آپ کے علمی مباحث جاری رہتے تھے۔

آپ کے خاندان کو صرف سیادت و سروری ہی کا فخر حاصل نہیں تھا بلکہ اس خاندان میں زمانۂ قدیم سے علم بھی خیمہ زن تھا۔ ورقہ بن نوفل کی شخصیت غیر معروف نہیں ہے جو کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ کے چچا زاد بھائی تھے اور کتب سماوی کے جید عالم تھے۔ ان کے ساتھ علمی مذاکرے، آسمانی کتابوں کے تذکرے اور صحف انبیاء کے چرچے ہوتے رہتے تھے۔

آپ کی تلاش و جستجو، حقیقت کی دریافت کا شوق اور مسلسل تگ ودو اور غور و فکر کی نورانی تڑپ صفحات تاریخ میں بکھری نظر آتی ہے۔ جنتی خواتین کی سردار کی والدہ اور جنتی نوجوانوں کے سردار کی نانی کو ہم اپنی اشک بار آنکھوں سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔

ہم نے کہا حسین!

خواجہ شایان حسن

پوچھا کہ عشق کیا ہے؟ ہم نے کہا حسین
غم کس کے نام کا ہے؟ ہم نے کہا حسین

کہنے لگے وہ ہم سے کیا ہو گیا ہے تم کو
رنگ کس کا چڑھ گیا ہے؟ ہم نے کہا حسین

نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عثمان محمود

آپ کو روزِ ازل، نور ملا، نورِ ازل
آپ کے نور کو کہتے ہیں بجا، نورِ ازل

آپ کے نور سے روشن ہیں مہ و مہر و نجوم
آپ کی شان ہے لولاک لما، نورِ ازل

از ازل تا بہ ابد ان کی نبوت کا ہے فیض
تا ابد ان کا لقب، ان سے جڑا، نورِ ازل

ظلمتیں دہر کی جن کے رخِ انور سے مٹیں
برملا کیوں نہ کہوں ان کو بھلا، نورِ ازل

سارے نبیوں کی نبوت کا ہے نور ان کے طفیل
اس لیے ہی تو ہیں محبوبِ خدا، نورِ ازل

ان کو عثمان، تو جو کہہ لے، انہیں زیبا ہے
نورِ حق، نورِ مبیں، نورِ خدا، نورِ ازل

روزہ وعید اور دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سید محمد انور شاہ قادری بخاری
(ریٹائرڈ) لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

روزہ اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے جس کی ادائیگی ماہِ رمضان کے آغاز سے اختتام تک ہر عاقل، بالغ صحت منداور مقیم مسلمان پر فرض ہے۔ ہمارے ہاں صوبہ خیبر پختونخوا میں روزہ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے جو دین اسلام کے ساتھ یہاں کے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی کی ایک روشن دلیل ہے لیکن بدقسمتی سے اختلاف بھی یہاں پر ہی رونما ہوتا ہے جس کے باعث ایک اہم مذہبی فریضہ پر معاشرے میں انتشار اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

اہل فکر ونظر اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ایسی ہی ایک قابل تعریف مساعی جمیلہ کا سہرا حضرت علامہ مولانا محمد (حقانی) صاحب خطیب جامع مسجد رستم خیل مردان کے سر ہے۔زیر نظر سطور میں اس پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

مولانا موصوف نے رویت ہلال کے مسئلہ پر ایک استفتاء دارالعلوم دیوبند انڈیا روانہ کیا نیز سندھ اور پنجاب میں دیوبند مکتبۂ فکر کی بڑی بڑی دینی درسگاہوں کو بھی بھیجا اور ان اداروں کے مفتی صاحبان نے جو جوابات دیئے انہیں ایک کتابی شکل میں شائع کیا جو تیس صفحات پر مشتمل ہے۔ان کی اصل مولانا محمد (حقانی) صاحب کے پاس محفوظ ہے اور خواہشمند انہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں اور ان کی فوٹو کاپیاں بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد (حقانی) صاحب نے اس استفتاء میں علماء کرام ومفتیانِ عظام سے پانچ سوالات پوچھے ہیں جن میں سے صفحہ نمبر ۴ پر سب سے پہلا سوال یہ ہے:

''جو شخص یا اشخاص حکومت وقت کے حکم کے بغیر اپنی ذاتی قابلیت یا چند افراد کے مشورے پر قاضی بن کر

مذکورہ فیصلے فرمائیں تو ایسے اشخاص شریعت میں قاضی تصور کیے جاسکتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر عوام الناس کے لیے ان فیصلوں پر عمل کرنا ضروری ہے یا حکومت کی مقرر کردہ کمیٹیوں کے فیصلوں پر؟''

استفتاء کا سب سے اہم سوال یہی ہے، اس لیے طوالت سے بچنے کے لیے باقی سوالات نقل نہیں کیے گئے۔ دارالعلوم دیوبند انڈیا کے حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب نے اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیا:

''مسلم ممالک میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی ذاتی قابلیت کی بناء پر یا چند افراد کے مشورے پر خود قاضی بن کر شرعی فیصلے کرے۔ مسلم ممالک میں شرعی قاضی وہ کہلائے گا جس کو مملکت کے سربراہ نے یہ عہدہ قضا دیا ہو، خود بخود قاضی بننے والا قاضی تصور نہ ہوگا، نہ ہی اس کا فیصلہ عوام الناس کے لیے قابل قبول ہوگا۔ لیکن اگر وہاں کا امیر شریعت قاضی بنائے تو وہ شرعاً قاضی ہوگا نیز پندرہ بیس کلومیٹر پر اختلافِ مطالع کا کہہ کر اتنے معمولی فاصلے کو فرق بتا کر نیا فیصلہ کرنا اس کے لیے بھی درست نہ ہوگا۔ وہ لوگ خود اعلان نہ کریں بلکہ حکومت کی رویت ہلال کمیٹی کے پاس آکر شہادت دیں۔ شہادت کے بعد حکومت کی رویت ہلال کمیٹی جو فیصلہ کرے اس کا انتظار کرنا چاہیے۔ (صفحہ ۶)

حضرت علامہ مفتی اعجاز احمد صمدانی دارالعلوم کراچی نے یوں جواب لکھا:

''رویت ہلال کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے جو مرکزی اور ذیلی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں اس مسئلہ میں وہ حکومتی قضاہ کے حکم میں ہیں۔ رمضان المبارک اور عیدین کے موقع پر ان کا فیصلہ نافذ اور واجب العمل ہوگا۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو مذکورہ اعلان کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ نہ تو ایسے لوگ شرعی قاضی متصور ہوں گے اور نہ ہی ان کا فیصلہ عوام الناس کے لیے لازم ہوگا۔'' (صفحہ ۷)

جامع قاسم العلوم العربیہ سرگودھا کے مفتی محمد رفیق صاحب رقم طراز ہیں:

''اسلام میں جماعت کے التزام کی تاکید کی گئی ہے۔ارشادنبوی ہے **علیکم بالجماعۃ**۔موجودہ وقت میں رویت ہلال کمیٹی موجود ہےجس میں ہر مکتبۂ فکر کے جلیل القدر علماءموجود ہیں۔اس کمیٹی کی تشکیل کی غرض وغایت یہی ہے کہ ہلال رمضان وعیدین کے فیصلے میں اجتماعیت اور یکسانیت برقرار رہےاورتشتت وافتراق کے امکانات باقی نہ رہیں۔اگر کوئی آدمی چاند دیکھ لے مگراس کی گواہی قبول نہ کی جائے تواس کے لیے بھی حکم ہے کہ وہ افطار نہ کریں بلکہ اجتماع کے ساتھ شامل ہوکر عید کریں۔''(ہدایہ)

مفتی موصوف نے صفحہ ۱۵پر پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بھی نقل فرمائی کہ

''جماعت کے اجتماعی فیصلے سے ہٹ کرحکم دینے والوں کا اتباع جائز نہیں۔''

یہ چند فتوے دارالعلوم دیوبند انڈیا کے فتوے کے ساتھ بطور نمونہ پیش کیے گئے ورنہ کئی دیگر اکابر علمائے دیوبند اور علمائے اہلحدیث کے فتوے بھی مذکورہ بالا کتاب میں مولانا محمد(حقانی) صاحب نے شائع کیے ہیں اور سب نے دلائل دیتے ہوئے اسی موقف کی تصدیق وتائید کی ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ فقہی اعتبار سے پاکستان کے مسلمان چار بڑے مذہبی گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور اہل تشیع شامل ہیں اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان میں ان چاروں کے نمائندہ علماء کرام موجود ہوتے ہیں۔پھراس مرکزی کمیٹی کی علاقائی سطح پر ذیلی کمیٹیاں بھی پاکستان بھر میں قائم کی گئی ہیں۔ان کا ہر اسلامی مہینے کی ۲۹ تاریخ کو اجلاس ہوتا ہے۔مرکزی کمیٹی اپنی ذیلی کمیٹیوں سے بھی رابطہ کرتی ہے اور پاکستان بھر سے معلومات حاصل کرنے کے بعد چاند کے ہونے یا نہ ہونے کا اعلان کیا جاتا ہےاور بعض اوقات خصوصاً رمضان اور شوال کے چاند کے بارے میں جو تاخیر ہوتی ہےاس کا سبب بھی یہی ہوتا ہے۔

جہاں تک بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ علماء کا تعلق ہے تو یہ پورے ملک میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کی پابندی کرتے ہیں۔بلوچستان سندھ، پنجاب اور آزاد کشمیر کے علمائے دیوبند بھی اس

فیصلے کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں البتہ خیبر پختونخوا کے علماء دیوبند کی طرف سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے سے اختلاف دیکھنے میں آتا ہے۔ اگر خیبر پختونخوا کے علماء دیوبند اپنی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند انڈیا کے فتویٰ پر عمل کریں تو روزہ وعید کے حوالے سے ملت اسلامیہ پاکستان کے اتحاد و اتفاق کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہماری ان سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اس فتویٰ کی حرمت و تقدس کو قائم کرنے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اختلافات کی بجائے اتفاق واتحاد کی طرف قدم بڑھائیں تاکہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاکِ کاشغر

علاوہ ازیں ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی ہے جس کی بازگشت ماضی میں بھی سنائی دیتی رہی ہے کہ روزہ وعید کو سعودی عرب کے ساتھ منسلک کر دیا جائے تاکہ اختلاف ختم ہوجائے۔

اس سلسلے میں علمائے کرام کی طرف سے میڈیا میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ سعودی عرب میں چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ سال بھر کے لیے ایک کیلنڈر بنالیا جاتا ہے اور پھر اسی کے مطابق روزہ، عیدین اور حج وغیرہ ادا کیے جاتے ہیں یعنی وہاں ہلال کمیٹی کی بجائے حساب کا نظام رائج ہے۔

مولانا محمد (حقانی) صاحب کی شائع کردہ کتاب میں اس موضوع کا ذکر کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند انڈیا نے اپنے اپنے فتویٰ میں لکھا ''شریعت میں ان حسابات کا اعتبار نہیں''۔ (صفحہ ٦)

اسی طرح دیگر مفتی صاحبان نے بھی اپنے فتاویٰ میں روزہ وعید کے لیے کیلنڈر کے حساب کو خلافِ شریعت قرار دیا ہے اور چاند دیکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان فتاویٰ کی روشنی میں روزہ وعید کے اعلان کو سعودی حکومت کے ساتھ منسلک کرنا محل نظر ہوگا۔ البتہ مزید تحقیق کے لیے مذکورہ بالا چاروں مکاتب فکر کے جید اور اکابر علماء سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں حکومت خیبر پختونخوا اور دیگر مقتدر ادارے اگر چاہیں تو دارالعلوم دیوبند انڈیا کے فتویٰ کو بنیاد بناتے ہوئے اختلافات کو دور کرسکتے ہیں۔

فضائل درود شریف

سید یاسر بخاری

دین اسلام کی تکمیل کو آج چودہ سو برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس طویل مدت سے اس دین مبین پر دشمنانِ اسلام نے طرح طرح سے حملے کیے، نت نئے طریقوں سے اس کی ساکھ کو کمزور کرنے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

کبھی یزیدی طاقتوں نے اس کو نابود کرنا چاہا تو کبھی حجازی غبارے اس کی تعلیمات کو آلودہ کرنا چاہا، کبھی تاتاری یورشوں نے اس کی اساس کو ہلایا تو کبھی مغرب کی استعماری طاقتوں نے اس کے مسلمہ عقائد کو مسخ کرنے کی جرأت کی۔ مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی اس طرح ثابت وسالم ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کی حفاظت خود ذات باری تعالیٰ جل جلالہ ہر زمانے میں اپنے برگزیدہ بندوں کے طفیل فرماتا رہا ہے اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تا قیام جاری وساری رہے گا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

عالم اسلام کو دورِ حاضر میں متعدد دیگر فتنوں کے ساتھ ساتھ فرقہ واریت کے عفریت کا بھی سامنا ہے۔ مغربی طاقتوں اور سامراجی قوتوں نے دین اسلام کی روح کو کمزور کرنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کر رکھے ہیں اور طرح طرح کے جال بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں اپنے بنیادی عقائد وتعلیمات سے متنفر کرنے کے لیے اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں جو بظاہر اسلامی لبادے میں ملبوس ہیں مگر درحقیقت وہ دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ صریحاً اس کی تخریب کے در پے ہیں۔

ان کا ایک ہی شیطانی مقصد ہے اور وہ یہ کہ کسی بھی طور امت مسلمہ کو ان کے بنیادی عقائد وتعلیمات

اورصدیوں سے رائج شرعی معمولات کوغیر شرعی قرار دے کرلغو و بیہودہ دلائل سے اپنی خود ساختہ تشریحات کو درست ثابت کر کے عامۃ المسلمین کو ان کے مذہب سے دور کر دیا جائے اور انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا جائے کہ کیا واقعی اسلام مکمل دین وضابطہ حیات ہے جس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے؟ ایسے شکوک و شبہات تو اہل علم کے نزدیک بے وقعت و بے معنی ہیں لیکن عوام کے لیے پریشان کن ضرور ہیں اور اولیاء کرام وعلمائے اہلسنت و جماعت نے ہمیں اس کے کافی وشافی جوابات دے کر ایسی سازشوں کو ناکام بنانے کی بھرپور سعی کی ہے۔

زیرنظر مضمون بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حال ہی میں پشاور سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ اخبار ''مشرق'' پشاور بتاریخ ۲۱ نومبر ۲۰۰۸ بروز جمعۃ المبارک کے ایڈیشن میں ''آپ کے مسائل اور ان کا شرعی حل'' کے عنوان کے تحت مختلف سوالات کے جوابات شائع کیے ہیں جن میں ایک سوال درودِ تاج شریف کے پڑھنے کے بارے میں بھی ہے۔[1]

ایک برخود غلط ''مفتی'' نے اس کے پڑھنے کو بدعت ٹھہرایا ہے اور بے اصل اور بے بنیاد کہہ کر اہلسنت و جماعت کے صدیوں سے رائج معمولات کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ نیز حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو بھی الفاظ کے پردے میں متنازع بنانے کی ناپاک جسارت کی ہے۔

جہاں تک حضور نبی کریم ﷺ کی زبانِ حق بیان سے صادر شدہ الفاظ وکلمات کا تعلق ہے تو اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس جو کچھ پڑھنے کو تعلیم فرمایا ہے اس کی برکات و فیوضات ہر اس کلمہ یا وظیفہ سے بڑھ کر ہیں جو آپ کے وصال کے بعد کے ادوار میں صلحائے امت اور بزرگانِ دین نے اپنے معمولات میں شامل کیا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے اگر درودِ ابراہیمی پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے تو احادیث مبارکہ سے کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درودِ ابراہیمی کے علاوہ کسی اور صیغہ سے حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجنا چاہیے۔ نہ جانے مفتی سبحان اللہ جان صاحب کو یہ غلطی کہاں سے لگی ہے کہ درود تاج

---

[1] یہ مضمون دسمبر ۲۰۰۸ء میں تحریر کیا گیا۔

شریف کے پڑھنے پر فی الفور بدعت کا لیبل چسپاں کر دیا۔ یہ بات یقیناً سمجھ سے بالاتر ہے۔

درود شریف کی اصل مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ثابت ہے جو کہ سورۂ احزاب میں وارد ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں کسی بھی طرح کی تخصیص اور تعین نہیں۔ اس کا حکم مطلق ہے، مقید نہیں یعنی صرف درودِ ابراہیمی پڑھنے یا وہ دیگر درود شریف جن کی تعلیم دیگر احادیث شریف میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ درودِ شریف پڑھنے کا عام حکم دیا گیا ہے۔

اگر یہ آیت کسی خاص درود شریف کے ساتھ مختص ہوتی تو صحابہ کرام، تابعین، مشائخ عظام اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منسوب و منقول مختلف الفاظ و مختلف صیغوں پر مشتمل کثیر التعداد درود شریف کا وجود ہی نہ ہوتا۔ کیا وہ تمام حضرات ناسمجھ اور بے علم تھے اور آج پندرھویں صدی کا ایک خود ساختہ مفتی ---جو لایعنی اعتراضات کر کے سستی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے--- مشائخ و صلحاء سے زیادہ عالم اور سمجھ بوجھ رکھنے والا ہے؟ **فیا للعجب۔**

رب ذوالجلال کا تو صاف اور واضح حکم ہے کہ درود شریف پڑھو۔ اب اس میں صیغے اور الفاظ کی اپنی طرف سے کوئی قید لگانا فی نفسہٖ غیر شرعی فعل ہے اور انجام اس کا عبرتناک ہے جبکہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضمن میں کوئی قید نہیں لگائی۔

ویسے تو قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں متعدد دعائیں بھی مذکورہ ہیں جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے مخصوص الفاظ کے ساتھ ذکر فرمائی ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام نے انہی الفاظ کے ساتھ وہ دعائیں مانگی ہیں مگر اس کے باوجود بھی دعا کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ تو اب کیا مفتی صاحب یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ دعائیں بھی وہی مانگی جائیں جو قرآن مجید میں مذکورہ ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دوسری دعا مانگنا بدعت ہے اور غیر مؤثر و برکت سے خالی ہے؟ **فافهم و تدبر۔**

اب آتے ہیں مفتی مذکور کے دوسرے اعتراض کی جانب جس میں انہوں نے الفاظ کے پیچ و خم میں عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **دافع البلاء و الوباء والقحط و**

المرض والالم وغیرہ کے الفاظ سے نہ یاد کیا جائے کیونکہ کہ عوام ان کی حقیقت سے آگاہ نہیں اور فرق نہیں جانتے۔

الحمدللہ یہ الفاظ تحریر کر کے ان مفتی صاحب نے اپنی حقیقت سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے اور عوام پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ایک صحیح اور مستند عالم دین اور بزعم خویش مفتی کہلانے والے میں کیا فرق ہے؟ حیرانی تو اس بات پر ہے کہ ان صاحب نے عوام کو اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ یا تو ان کے مطالعہ سے وہ احادیث مبارکہ وکتب سیر کے وہ تاریخی ومستند واقعات گزرے ہی نہیں جن کی بنا پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان عظیم الشان الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے یا پھر ان تمام احادیث سے اغماض برتتے ہوئے اپنی کور چشمی اور بدعقیدگی کا پول خود ہی کھولا ہے۔

ہر دو صورتوں میں وہ مفتی کے مقام سے گر کر "مخظی" کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ بہر حال میں یہاں اس بات کو بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ التحیۃ والتسلیم دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم ہیں اور یہ تمام صفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں شامل ہیں، نبوت کا خاصہ ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ کی قدرت کاملہ کا بین ثبوت ہیں۔

اس سے پہلے کہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات کا ذکر کروں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ یقیناً دافع البلاء ہیں، میں یہ چاہوں گا کہ وہ مشہور ومعروف حدیث شریف آپ کی خدمت میں پیش کروں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے برگزیدہ اولیاء کے متعلق مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۸۲ میں وارد ہے:

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ [رضی الله عنه] وَقِيلَ الْعَنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ لَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الأعداءِ وَيصرف عَنْ أهل الشَّام بهم الْعَذَاب

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے

پاس شام والوں کا ذکر کیا گیا کہ اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں (کیونکہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابدال[1] شام میں ہوں گے اور یہ چالیس حضرات ہیں۔ان میں سے ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس جگہ دوسرے شخص کو بدل (متعین فرما) دیتا ہے۔ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں، ان کے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب دفع ہوتا ہے۔

محدثین کرام نے اس حدیث شریف کی طویل تشریح کی ہے جس میں اولیاء اللہ کی وضاحت اور ان کی مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے۔مرآۃ المناجیح جلد نمبر ۸ صفحہ ۵۸۳ پر تحریر ہے

"اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ برحق ہے۔اللہ تعالیٰ اچھوں کے صدقے بروں کی مشکلیں حل کر دیتا ہے اور ان سے مصیبتیں ٹال دیتا ہے۔خیال رہے کہ چالیس ولیوں کا یہاں ذکر ہے، انہیں ابدال کہتے ہیں کیونکہ ان کے مقامات اور ان کی جگہ بدلتی رہتی ہے۔"

یہ تو ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کا حال۔آپ خود اندازہ کر سکتے ہوں گے کہ خود سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس مرتبہ عالیہ پر فائز ہوں گے۔خود قرآن مجید اس پر شاہد و عادل ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرہ:۸۹)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

یعنی اہل یہود جب جنگ کے لیے نکلتے تو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگتے اور اللہ تعالیٰ انہیں بلاؤں سے محفوظ رکھتا اور فتح عطا فرماتا حالانکہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت بھی نہیں ہوئی تھی۔غور فرمائیے اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ یہود کو غلبہ عطا فرماتا ہے تو کیا آپ کے امتیوں کو نہیں عطا فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا بلکہ بدرجہا بہتر اور مزید فراوانی کے ساتھ لیکن قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے دل محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز ہونا چاہیے

[1] ابدال: اولیاء اللہ کا ایک خاص طبقہ ابدال کہلاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

مفتی مذکور نے یہ بھی لکھا ہے ''درود تاج کے الفاظ قرآن پاک اور حدیث شریف کے نہیں ہیں''۔ یہ بیان بھی سراسر جہالت اور شقاوتِ قلبی کا آئینہ دار ہے۔ قارئین کرام درود تاج شریف کے کئی ایسے الفاظ خود مشاہدہ فرما سکتے ہیں جو کہ قرآن مجید میں بھی مذکورہ ہیں۔

نیز یہ دلیل بھی کہ جو چیز خیر القرون میں موجود نہیں اس پر عمل کرنا بدعت ہے، بجائے خود ایک مہمل اور لایعنی اعتراض ہے۔ درود تاج کی تالیف سے لے کر آج تک علمائے کرام و مشائخ عظام نے اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اپنی معمولات کا حصہ بنائے رکھا ہے۔ علاوہ ازیں خیر القرون کے بعد کسی نیک کام کا ایجاد ممنوع نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے، بوجہ قول سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جس نے دین اسلام میں کسی نیک کام کی بنیاد ڈالی اس کے لیے اس عمل کا ثواب بلکہ دیگر جتنے لوگ وہ نیک عمل کریں گے اتنا اجر اس کو بھی ملتا رہے گا۔

> ''علماء کرام نے صدہا امور میں کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھے باوجود محدث و نو پید ہونے کا حکم جواز بلکہ استحسان کا دیا ہے اور اسے نہ مباح و مستحب و مستحسن اور بہ نیت خیر کار ثواب ٹھہرایا ہے مثلاً عام کتب میں نماز میں تلفظ نیت (نیت کے الفاظ منہ سے ادا کرنا) مستحب فرمایا۔ (تشریح فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۱۷۹)

دافع البلاء ہونے کا ثبوت: غزوۂ بدر میں امیہ بن خلف نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا تو ان کا بازو کندھے سے کٹ کر جدا ہو گیا۔ تاہم حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے امیہ کو قتل کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بازو کو اپنے دست اقدس سے جوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شفاء کاملہ بخشی۔ اس سے بڑی بلا اور کیا ہوگی۔ (بحوالہ شواہد الحق صفحہ ۱۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے اس بچہ کو دیوانگی ہے اور اسے صبح و شام جنون کا مرض پکڑتا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بچہ کے سینے پر اپنا دست اقدس پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس بچے نے اس وقت قے کی اور اس کے پیٹ سے ایک کالا پلّا سا نکلا جو چلتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۱)

غزوہ احد کے موقعہ پر جب مسلمانوں کے لشکر کو شروع شروع میں ہزیمت اٹھانی پڑی تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہی رہے۔ اس دوران ان کی آنکھ پر ایک کاری زخم پڑا جس سے ان کی آنکھ باہر کو نکل آئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی آنکھ کو واپس ان کی چشمانہ میں لگا دیا۔ آنکھ نہ صرف بالکل صحیح ہوگئی بلکہ بینائی پہلے سے بھی زیادہ تیز ہوگئی۔ (شواہد الحق، ۱۳۶)

حضرت ابوالجوزا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک سال لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قحط سالی کی شکایت کی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کی طرف نظر کرو، روضہ اطہر کی چھت میں ایک طاق آسمان کی طرف بناؤ یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے مابین چھت حائل نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس سال خوب بارش برسی حتیٰ کہ چارہ اُگ آیا اور اونٹ موٹے ہو گئے یہاں تک کہ چربی سے پھٹ پڑے۔ اس کی بدولت اس سال کا نام "عام الفتق" رکھا یعنی (جانوروں کے موٹے ہوجانے کی وجہ سے) پھٹنے کا سال۔[1]

یہ تو چند مختصر حوالہ جات یہاں نقل کیے گئے ہیں ورنہ کتب سیر و احادیث صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے سینکڑوں واقعات سے بھری پڑی ہیں لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے؟

[1] مندرجہ بالا حوالہ جات نقل کرنے میں مفتی سرحد حضرت علامہ مولانا خلیل الرحمان صاحب قادری گلوزئی کے فتاویٰ سے استفادہ کیا گیا ہے جو کہ پندرہ روزہ الحسن پشاور کے شمارہ نمبر ۱۸۰۔۱۸۱ میں ترتیب وار شائع ہو چکے ہیں۔

وہ دل جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے لبریز ہو وہی یہ باتیں سمجھ سکتا ہے۔ عاقل را اشارہ کافی است۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے جس پر قرآن مجید گواہ ہے تو پھر جہاں رحمتوں کے جلوے ضیاء باریاں فرماتے ہیں وہاں بلا اور وباء وغیرہ جیسی چیزوں کا کیا گزر ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق وشواہد کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ درود شریف ماثورہ وغیر ماثورہ یعنی وہ درود جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیے ہیں یا وہ جو تابعین وتبع تابعین کی وساطت سے ہمارے پاس پہنچے ہیں ان کا ورد کرنا بغیر کسی اختلاف کے ضروری ہے۔ البتہ وہ درود پاک جو مختلف ادوار میں بزرگانِ دین، صلحا وعرفاء رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے ترتیب دیئے ہیں وہ بھی نہایت فائدہ منداور مؤثر ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں۔

قرآن مجید میں درود بھیجنے کا حکم عام ہے، خاص نہیں۔ اس لیے منکرین آج تک کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکے جس کی رو سے کسی درود پر پابندی عائد کی گئی ہو یا مطلقاً ایک خاص درود پڑھنے کا ہی حکم دیا گیا ہے یا دیگر صیغوں سے منع فرما دیا گیا ہو۔

مفتی سرحد حضرت علامہ مولانا خلیل الرحمان صاحب قادری رحمت اللہ علیہ بحوالہ شفاء تحریر کرتے ہیں کہ مشہور مقولہ ہے **من راہ المومنون حسن فھو عند اللہ حسن** یعنی جس چیز کو عام مومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

مشائخ کرام واولیائے امت صدیوں سے درود تاج شریف کے ورد کو اپنا معمول بنائے رکھے ہوئے ہیں اور اپنے متبعین کو اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ مفتی سبحان اللہ جان نے انتہائی بے ہودہ اعتراضات لکھ کر اپنی کم علمی کا پردہ خود چاک کیا ہے اور اخبار کی انتظامیہ بدقسمتی سے عامۃ المسلمین کو گمراہ کرنے اور فرقہ واریت کو ہوا دینے میں دانستہ یا نادانستہ ان کی معاونت کر رہی ہے۔

اسی اشاعت میں مفتی صاحب نے ایک اور سوال کا جواب دیتے انتہائی بے احتیاطی سے حالت مجبوری میں سود کے لین دین کو جائز قرار دے دیا ہے اور مزید کسی بھی قسم کی تشریح وتوضیح کیے بغیر ایک گمراہ

کن جواب دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔

نیز اس اشاعت میں ایک اور مضمون بعنوان ''زیارت قبور کیوں اور کیسے؟'' میں قبروں کو ہاتھ لگانے کو بھی نصاریٰ کی عادت قرار دے کر کفر وشرک کے زمرے میں داخل کیا ہے--العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر الگ سے کئی صفحات تحریر کیے جا سکتے ہیں مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے ان پر ہی اکتفا کیا جائے۔ جملہ اہلیان اسلام سے دردمندانہ اپیل کی جاتی ہے کہ خدارا ان خود ساختہ مفتیوں اور مولویوں کی باتوں پر کان نہ دھریں اور اپنے مشائخ اور اسلاف کے طریقوں پر کاربند رہیں۔

یہود اور نصاریٰ اور اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ عامہ مسلمین کے دلوں سے محبت وعشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبے کو رفتہ رفتہ ختم کر دیا جائے۔

اپنے اس مذموم مشن کی تکمیل کے لیے وہ آئے روز کوئی نہ کوئی بے ہودہ ولغویات پر مبنی لٹریچر کے ذریعہ عوام کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتے ہیں تاکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ رشتہ وایمانی جذبہ--- جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک لازوال لڑی میں پرو رکھا ہے---کو ختم کر کے عالم اسلام کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔

آگاہ رہیں کہ اپنے ان مذموم مقاصد کا اظہار وہ مغرب کے ایوانوں میں بیٹھ کر پیارے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کر کے کر چکے ہیں اور یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ ان کی اس ناپاک سازش کو تمام مسلمانانِ عالم نے جمع ہو کر ناکام بنا دیا ہے۔

یہی جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس نے امت مسلمہ کا رہا سہا شیرازہ جمع کر رکھا ہے، خدا کے لیے اس کو ہاتھ سے جانے مت دیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ مجھے بھی اور آپ کو اپنی کلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن رحمت ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہ وسلم

غزل

مرزا اسد اللہ خان غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں

جب وہ جمال دلفروز، صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں منہ چھپائے کیوں

دشنۂ غمزہ جاں ستاں، ناوکِ ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں

قید حیات و بند غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیوں

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

واں وہ غرور عز و ناز، یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائے کیوں

ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں

غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیوں

شرح در معنی حریت اسلامیہ وسرّ حادثہ کربلا

ڈاکٹر علامہ زید گل خٹک

مرتّب: عمران جاوید

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجات ما نوشت

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت---آپ نے لا الہ اللہ کا خوش آگیں، خوشگوار، دل افروز نقش صحرا پر رقم کر دیا---سطر عنوانِ نجات ما نوشت---میری یعنی امّت کی نجات کا، دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی سرخروئی کا، نجات کا دستور العمل آپ نے فرما دیا۔

رمز قرآن از حسین آموختیم
زِ آتش اُو شعلہ با اندوختیم

ہم نے قرآن کی رمز حسین سے سیکھی ہے، ہم نے اُن کی آگ سے شعلے حاصل کیے ہیں۔

رمز قرآن از حسین آموختیم---میرے آقا نے کیا فرمایا تھا ''دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ رہا ہوں اگر ان سے تمسک کرو گے تو کوئی بھی چیز گمراہ نہیں کرے گی: ایک قرآن ہے ایک میرے اہلِ بیت۔ اب ہم اہلِ بیت کو کہاں سے معلوم کریں گے؟---قرآن سے۔ اور قرآن کو کہاں سے معلوم کریں گے؟---اہلِ بیت سے۔ یہ قرینہ، یہ سلیقہ، یہ دستور، یہ کلیہ، یہ گُر آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ جب بھی قرآن کو سیکھو تو اہلِ بیت سے سیکھو اور اہلِ بیت کو معلوم کرو تو قرآن سے معلوم کرو۔

قرآن سے اہل بیت معلوم و مشخّص و معین و معروف ہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت ۶۱ میں دیکھیں

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

اہلِ بیت مشخّص

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (الاحزاب: ۳۳)

اہلِ بیت مشخّص و معیّن۔ تو ہم اہل بیت کو قرآن میں دیکھیں گے اور قرآن کو سیکھیں گے اہل بیت سے۔ اس کو تمسّک کہتے ہیں، یہ فلسفہ حیات ہے، یہ فلسفہ تعلیم و تربیت ہے، یہ فلسفہ علم ہے۔ حضرت اقبال اس فلسفہ کے علمبردار ہیں، امین ہیں، بلاشبہ آپ فلسیوف اسلام ہیں۔ رمز قرآن از حسین آموختیم ---میں قرآن کے آثار حسین سے آموخت کرتا ہوں۔ ز آتش او شعلہ با اندوختیم ---میں اُن کے عشق کی حرارت اور تمازت سے طریقت اور ذوق و مشرب کے سارے اسرار سیکھتا ہوں۔

شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

شام کی شوکت اور بغداد کی شان رخصت ہوگئی۔ غرناطہ کی سطوت بھی یاد سے محو ہوگئی۔

شوکت شام وفر بغداد رفت ---وقتی چیزیں تھیں شوکت شام یعنی بنوامیّہ کی حکومت، فر بغداد بنو عباس کی حکومت وقتی چیزیں تھیں۔ خائب و خاسر آج اُن کے قدموں کی آہٹ بھی نہیں ہے۔ ہر مورخ اُن پر لعن طعن کر رہا ہے کیونکہ اُنہوں نے اہل بیت اطہار سے اپنا ناطہ توڑ لیا تھا، اُنہوں نے اہل بیت اطہار پر ظلم کیے۔ اُنہوں نے اہل بیت اطہار کا حق نہیں پہچانا، اُنہوں نے اہل بیت اطہار سے انحراف کیا، اُنہوں نے اہل بیت اطہار کے حق کو پامال کیا۔

جب اُنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی اُن کو فراموش کر دیا۔ سو سال کی شوکت شام ختم، بنوامیّہ کا نام و نشان نہیں ہے، ہر جگہ مقہور ہیں، ہر سطر میں اُن پر لعنت کی جاتی ہے---فرِ بغداد رفت---بغداد کا دنیا میں کیا حال ہوا؟ اس لیے صرف ایک منصور دوانیقی ملعون نے امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو ایک کمرے میں بند کیا، سب کچھ مقفل، ائیر ٹائٹ کر دیا اور دم گھٹنے سے سارے شہید ہو گئے---علیہم السلام۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے جگر مبارک کے ٹکڑے ہر جگہ دین اسلام کے لیے، کلمہ حق کے لیے قربان ہوتے رہے۔ یہ ہے امامت، امامت ابتلاء سے عبارت ہے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریّت عادلین ہے، آپ کی ذریّت ائمہ ہے اور وہ ظالموں کے مقابلے میں صف آرا ہوگی۔ یہ اللہ کی مشیت ہے، امام حسین علیہ السلام کا ظہور اللہ کی مشیت ہے۔ سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت۔۔۔ تیسری حکومت کہاں؟ غرناط ہسپانیہ۔ یہ بھی بنوامیّہ کی ایک شاخ تھی، جب عباسیوں کا انقلاب آیا مکرو فریب پر جھوٹے وعدوں پر مشتمل بنوامیّہ نے تمرد اور ظلم وسرکشی کے ساتھ حکومت کی ماسوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے۔ وہ خلیفہ حق ہیں وہ مردِ حق ہیں وہ مردِ صالح ہیں، اُن پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ باقی تمام نے ظلم کیا اور سرکشی کی اور دنیا اور آخرت میں خائب وخاسر ہوئے۔

سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت۔۔۔ جب بنوعباس کا انقلاب آیا، بُرا انقلاب یہ بھی مکروفریب پر مبنی تھا۔ ان کا جو سلسلہ تھا تمرد وفخر تھا، اُن کا سلسلہ فریب تھا بغض اہلِ بیت دونوں میں قدرِ مشترک ہے۔ پھر یہاں سے ہشام کا ایک پوتا تھا اس کا نام تھا عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک۔ یہ عبدالرحمٰن جو بعد میں عبدالرحمٰن الداخل کے نام سے مشہور ہوا، یہ جیسے تیسے بھاگ گیا، دریا تیر کر عبور کیا، افریقہ چلا گیا۔ بربر قبیلہ ایک ہوتا تھا، اس کی ماں بربر قبیلہ کی تھی، اُن کے پاس پناہ گزین ہوا۔ پھر اُس کی مدد سے بالآخر ہسپانیہ پر قابض ہوگیا۔ حضرت اقبال اُس دور کو سطوت بھی کہتے ہیں کیونکہ سائنسی حوالے سے بھی وہ دور تعمیراتی حوالے سے مشہور رہے۔ لیکن بہرصورت وہ بنوامیّہ کے لوگ تھے۔ ہاں عبدالرحمٰن الداخل میں ایک اچھی عادت ضرور تھی جس کو مورخین نے ذکر کیا ہے کہ وہ اہل بیت اطہار پر سب وشتم نہیں کرتا تھا، ظلم نہیں کرتا تھا۔ یہ اُس کی خصوصیت مورخین نے بیان کی ہے۔ سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت۔ غرناطہ کی شان وشوکت وسطوت بھی گئی۔

تارِ ما از زخمہ اش لرزان ہنوز
تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

لیکن ہمارے تار بھی تک حسین علیہ السلام کی مطرب سے بج رہے ہیں۔ اُن کی تکبیر سے ایمان آج بھی

تازہ ہے ---تار ما از زخمہ اش لرزان ہنوز ---لیکن میرے دل کا تار آپ کے زخموں سے آج بھی لرزاں ہے، نغمہ کناں ہے، آج بھی امام عالی مقام کی تکبیر سے ایمان زندہ ہے۔

اے صبا اے پیک دور افتادگان
اشک ما بر خاک پاک او رسان

یعنی اے صبا، اے دور پڑے ہوؤں کی قاصد، ہمارے آنسوؤں کی پاک مٹی تک پہنچا دے۔

اے صبا اس نظم کو لکھتے وقت، بولتے وقت، کہتے وقت میری آنکھوں سے آنسوؤں کا جو سیلاب رواں ہے، اسے شبنم کی طرح اپنے دوش پر لے لو اور حضرتِ امام عالی مقام علیہ السلام کے مرقدِ اطہر کے پائنتی پر نیاز کے طور پر رکھ دو۔

یہ اتنی بڑی نظم ہے کہ اس کا حق کوئی ادا نہیں کر سکتا اور میں تو بالکل نہیں۔ بس اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔

(ختم شد)

قطعہ

اعجاز راہی

حقیقتوں کا سراغ آج بھی ہمیں اعجازؔ
دیارِ سرورِ کونین ہی سے ملتا ہے

خدا سے پوچھیے ذاتِ رسول اکرم کو
کہ روشنی کا پتہ روشنی سے ملتا ہے

گذشتہ سے پیوستہ

فضائل وخصائص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد قمر صدیقی قادری

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ کہ تم میری یاد کرو میں تمہارا پر چار کروں گا سے بلاواسطہ خطاب کیا۔ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم لوگ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پڑھتے ہو اور تورات میں يٰٓاَيُّهَا الْمَسَاكِيْن آیا ہے[1]۔ امام اجل حضرت (اسحاق) ابن راہویہ نے اپنی ''مسند'' میں اور امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں حضرت امام مکحول (تابعی) سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرض وصول کرنا تھا۔ آپ وہ قرض وصول کرنے اس کے پاس تشریف لے گئے (مگر وہ منکر ہوا تو) آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں سے برگزیدہ کیا، میں تو تجھے چھوڑوں گا نہیں۔ یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم، اللہ نے کسی بھی انسان سے محمد رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برگزیدہ نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو ایک تھپڑ رسید کیا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوا اور سارے واقعہ کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر تم نے جسے تھپڑ مارا، اسے راضی کرلو۔ اور یہودی سے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی! تم اللہ جل جلالہ کے دو نام تو لیتے ہی ہو وہی دونوں نام میری امت کو مرحمت فرمائے گئے ہیں۔ ان میں ایک نام تو ''السلام'' ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مسلمان رکھا گیا ہے اور ان میں سے دوسرا نام ''المومن''

[1] امام جلال الدین سیوطی، خصائص کبریٰ، جلد دوم صفحہ ۳۹۱، باب ۳۴۵، ترجمہ: راجہ رشید محمود، سید حامد لطیف

ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مومن رکھا گیا ہے۔ اے یہودی! تم اس دن سے بہک گئے ہو جو آج کا دن ہمارے لیے ذخیرہ کر دیا گیا ہے (یعنی جمعہ)۔ تمہارے لیے کل آنے والا (ہفتہ) کا دن ہے اور پرسوں آنے والا دن (اتوار) نصاریٰ کے لیے ہے۔ اے یہودی! تم اگرچہ ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے بعد مگر یوم قیامت میں حساب و دخول (وغیرہ) میں ہم ہی پہلے ہوں گے۔ اے یہودی! جنت سب انبیاء کرام پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو گی اس وقت تک وہ تمام امتوں پر بھی حرام ہے"۔[1]

اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسانی عطا کی گئی۔ اللہ جل مجدہ نے فرمایا: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۷۸) اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں روا رکھی۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: ۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔ نیز فرمایا وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷) اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان اور مجبوراً کیے گئے افعال معاف فرما دیے ہیں۔[2]

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے میری امت کے دل میں گزرنے والے (برے) خیالات معاف فرما دیے ہیں جب تک ان پر عمل نہ

---

[1] امام جلال الدین سیوطی، خصائص کبریٰ، ترجمہ راجہ رشید محمود، سید حامد لطیف، جلد دوم صفحہ ۳۷۷، باب ۳۳۸

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، جلد ۱، صفحہ ۶۵۹، حدیث نمبر ۲۰۴۳ -- ابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی الصحیح، جلد ۱۶، صفحہ ۲۰۲، حدیث نمبر ۷۲۱۹ -- حاکم مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۲۱۶، حدیث نمبر ۲۸۰۱ -- دار قطنی فی السنن، جلد ۴، صفحہ ۱۷۰، حدیث نمبر ۳۳۔

کر لے یا زبان سے ادا نہ کر لے۔[1]

حضرت محجن بن الادرع الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے آسانی کو پسند فرمایا اور اس امت کے لیے تنگی کو ناپسند فرمایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ بیان فرمایا۔[2]

امام مسلم وامام ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ آیت مبارکہ اتری **وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡہُ یُحَاسِبۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ (البقرہ: ۲۸۴)** ---اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا تم اسے چھپائے رہو اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا---تو سب مسلمانوں کے دلوں میں اس آیت کریمہ سے ایک خدشہ گزرنے لگا۔ جبکہ اس سے پہلے اس قسم کی بات ان کے دلوں میں نہ کھٹکی تھی۔

پھر سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قلبی کیفیت عرض کی۔ اس پر سید عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم یوعرض کرو کہ **سمعنا و اطعنا** یعنی ہم نے سنا اور مانا اور ہم نے تیرے حکم کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد اللہ جل مجدہ نے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ فرمایا اور پھر (تخفیف کی بشارت دیتے ہوئے) یہ آیت کریمہ **امن الرسول**---الخ۔ ---رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان لائے---آخر سورہ تک نازل فرمائی۔[3]

اُمت محمدیہ کی توبہ ومغفرت: امام ابن منذر قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالتقلید اذا لم تستقر، جلد اول، صفحہ ۱۱۶، حدیث نمبر ۱۲۷--- سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب من طلقه فی نفسه ولم یتکلم به، جلد اول صفحہ ۶۵۸، حدیث ۲۰۴۰---امام نسائی، سنن الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۶۰، حدیث نمبر ۵۶۲۸---امام احمد بن حنبل، مسند، جلد ۲، صفحہ ۲۵۵، حدیث نمبر ۷۴۶۴۔

[2] طبرانی، معجم کبیر، جلد ۲۰، صفحہ ۲۹۸، حدیث نمبر ۷۰۷---ہیثمی، مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۱۵۔

[3] علامہ یوسف نبہانی، جواہر البحار، ترجمہ مولانا محمد صادق نقشبندی، جلد دوم، صفحہ ۵۸۱-۵۸۲

سامنے بنو اسرائیل کا تذکرہ ہوا اور ان کی وہ خوبیاں بھی بیان کی گئیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں برتری عطا فرمائی تھی۔ پھر حضور رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی اسرائیلی سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تھا تو صبح ہوتے ہی اس کے گناہ کا کفارہ اس کے دروازے کی پیشانی پر لکھا ہوتا تھا۔ تمہارے گناہوں کا کفارہ یہ قرار پایا کہ تم اگر زبانی طور پر استغفر اللہ ہی کہہ لو تو اللہ جل جلالہ تمہاری مغفرت فرما دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک آیت مبارکہ ایسی عطا فرمائی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (ال عمران: ۱۳۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کر بیٹھیں یا اپنے آپ پر ظلم کریں (تو فوراً) اللہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور جو ان سے سرزد ہوا اس پر اصرار نہیں کرتے اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں۔[1]

حضرت ابو العالیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کاش ہمارے کفارے بنی اسرائیل کے کفاروں کی مثل ہوتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو تمہیں دیا گیا ہے اسی میں خیر ہے۔ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ جس وقت کوئی ان میں سے خطا کرتا تو اس خطا کو اور اس کے کفارے کو دروازے پر لکھا ہوا پاتا۔ اگر وہ اس خطا کا کفارہ دیتا تو دنیا میں اس کی رسوائی اور ذلت ہوتی اور اگر کفارہ نہ دیتا تو آخرت میں رسوائی کا باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے اچھی شے عطا کی ہے:

وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا (النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جو شخص برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا پائے گا۔

اور پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ تک ان گناہوں کے کفارے ہیں جو ان نمازوں اور ان دنوں کے

[1] ایضاً صفحہ ۵۸۵

درمیان ہوں۔[1]

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بچھڑا پرستی کرنے والے لوگوں کے بارے میں روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمارے گناہ کی کیا توبہ ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ایک دوسرے کو قتل کرو، یہ تمہاری توبہ ہے۔ انہوں نے چھریاں لیں اور ہر ایک اپنے باپ بھائی اور ماں کو قتل کرنے لگا۔[2]

امت محمدیہ کی تین خوبیاں: امام فریابی قدس سرہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اس امت کو تین خوبیاں ایسی دی گئی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو نہ مل سکیں۔ پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو حکم دیا جاتا تھا بلغ ولا حرج تبلیغ فرمایئے تم پر کوئی تنگی نہ آئے گی۔ اور اس امت سے فرمایا وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:۷۸) اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو فرمایا انت شھید علی قومك تم اپنی قوم پر نگہبان ہو۔ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ:۱۴۳)۔

انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو ارشاد ہوا ادع اجبک یعنی تم دعا کرتے رہو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اس امت کے متعلق فرمایا ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:۶۰) مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔

امام نسائی حاکم بیہقی ابونعیم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ ---وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا (القصص:۴۶) اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی ---کی تفسیر میں روایت کیا کہ اللہ جل مجدہ نے اس امت سے فرمایا اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سے پہلے تمہاری سن لوں گا اور تمہارے مانگنے سے پہلے تمہیں دے دوں گا۔[3]

[1] امام جلال الدین سیوطی، خصائص کبریٰ، ترجمہ راجہ رشید محمود، سید حامد لطیف، جلد دوم، صفحہ ۳۸۲۔

[2] ایضاً

[3] علامہ یوسف نبہانی، جواہر البحار، ترجمہ مولانا محمد صادق نقشبندی، جلد دوم، صفحہ ۶۴-۶۵

اس امت کو تین چیزوں سے نجات دی گئی: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا۔ عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی اور مجھ کو سونے اور چاندی کے خزانے عطا کیے گئے اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا کہ ان کو قحط سالی سے ہلاک نہ کیا جائے اور نہ ان پر ان کے سوا کوئی دشمن مسلط کرے جو انہیں مکمل طور پر برباد کردے اور بیشک میرے رب نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں جب ایک فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ واپس نہیں ہوسکتا اور بیشک میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے آپ کو یہ چیز عطا فرمادی ہے کہ میں انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ہی ان کے سوا کسی اور کو ان پر دشمن مسلط کروں گا جو انہیں مکمل طور پر برباد کردے۔

اگرچہ وہ دشمن ان کے خلاف چاروں طرف سے اکٹھے ہو جائیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کو ہلاک نہ کریں اور ایک دوسرے کو قیدی نہ بنائیں۔[1]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفتوں سے نجات دی ہے۔ یہ کہ تمہارا نبی تمہارے لیے ایسی بددعا نہ کرے کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور یہ کہ اہل باطل، اہل حق پر (مکمل طور پر) غلبہ نہیں پائیں گے اور یہ کہ تم گمراہی پر اکٹھے نہیں ہو گے۔[2]

(جاری ہے)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض جلد ۴ م صفحه ۲۲۱۵، حدیث نمبر ۲۸۸۹ --جامع ترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ باب ما جاء فی سوال النبی ثلاثا فی امته، جلد ۴، صفحه ۴۷۲ ۴، حدیث نمبر ۲۱۷۶ --سنن ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم باب ذکر الفتن و دلائلها، جلد ۴، صفحه ۹۷، حدیث نمبر ۴۲۵۲۔

[2] سنن ابوداؤد کتاب الفتن باب ذکر الفتن و دلائلها جلد ۴، صفحه ۹۸، حدیث نمبر ۴۲۵۳ --طبرانی معجم الکبیر، جلد ۳، صفحه ۲۹۲، حدیث نمبر ۳۴۴۰۔

گذشتہ سے پیوستہ

فکر اقبال کا ایک نادر مخفی مآخذ

سید انور شاہ قادری بخاری

(ریٹائرڈ) لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ا پشاور شہر

کلام اقبال میں بھی فقر کی جو تعریف و توصیف پائی جاتی ہے اور اس کی شان، عظمت، مقام درجہ اور فضیلت بیان کی گئی ہے تو اس سے یہی فقر خود اختیاری یا فقر غیور مراد ہے۔

سید رئیس احمد جعفری اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

''تعلیمات اقبال میں فقر کو سب سے زیادہ نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اقبال کی نظر میں فقر وہ اکسیر ہے جو خاک کو کیمیا ذرے کو آفتاب اور قطرہ کو دریا بنا دیتی ہے۔ فقر کے بغیر نفس و روح کی تربیت نہیں ہوسکتی۔ جب تک فقر رگ رگ میں نہ سما جائے۔ اس وقت تک وہ نگاہ نہیں پیدا ہوسکتی جسے اقبال نے نگاہ مرد مومن سے تعبیر کیا ہے''[1]

کلام اقبال میں فقر کے حوالے سے پانچ ہستیوں کا ذکر بہت زیادہ ملتا ہے ان میں حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حسنین کریمین علیہم السلام کے نام نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ یہی پانچ ہستیاں فقر کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں اور یہی پانچ آئمہ فقراء بھی ہیں۔ ان کے فیض یافتہ معاصرین اور بعد کے ادوار کے فقراء کے نام بھی کلام اقبال میں ملتے ہیں۔

لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام اقبال نے نہیں لیا البتہ متعدد اشعار میں آپ کی شان و عظمتِ فقر کی طرف اشارات فرمائے ہیں۔ یہاں اقبال کے یہ اشعار نقل کرنے سے قبل حضور سیدنا غوث اعظم

ا: رئیس احمد جعفری، اقبال اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۳ء، صفحہ ۳۰۲۔

رضی اللہ عنہ کے مقام فقر کا ذکر ضروری ہے۔

سلطان الفقراء: حضرات اولیاء اللہ میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی باطنی صفت ایسی ہوتی ہے جس میں اسے درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے مثلاً کسی کو زہد میں، کسی کو توکل میں، کسی کو صدق وصفا میں، کسی کو جود وسخا میں، کسی کو تسلیم ورضا میں اور کسی کو صبر وشکر میں یہ کمال حاصل ہوتا ہے لیکن فقر ایسا خاص باطنی کمال ہے جو بہت کم حضرات کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

''جس وقت میں باطنی دنیا کے مدارج ومراتب طے کرتا ہوا چلا تو زہد کے دروازے پر پہنچا۔ اس پر بہت ہجوم دیکھا، پھر توکل کے دروازے پر پہنچا وہاں بھی بہت ہجوم تھا، پھر صبر وشکر اور تسلیم ورضا کے دروازوں پر پہنچا، ہر ایک پر ہجوم تھا۔ جب میں فقر کے دروازے پر پہنچا تو اسے خالی پایا اور میں اس میں داخل ہو گیا۔''[1]

گویا مذکورہ بالا دروازوں میں داخل ہونے کے لیے رش کی وجہ سے آپ کو اپنی باری کا انتظار کرنا پڑا لیکن فقر کا دروازہ بالکل خالی تھا اس سے فقر کی عظمت، رفعت، ندرت، انفرادیت اور یکتائی کا ادراک ہوتا ہے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو فقر کے امام یعنی سلطان الفقراء کا درجہ عطا ہوا جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ روحی میں وضاحت فرمائی ہے[2] اور آپ کا سلسلہ قادریہ فقیری طریقہ بھی کہلاتا ہے۔ فقر کے اس مذکورہ بالا مقام ومرتبہ کو سمجھنے کے لیے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے بھی مدد ملتی ہے جو آپ کی کتاب فتوح الغیب کے مقالۂ چہارم میں موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہاں اردو میں درج کیا جاتا ہے۔

''اس مقام پر تمہیں حیاتِ ابدی عطا کی جائے گی۔ ایسا غنا دیا جائے گا جس کے بعد

---

[1] ہاشمی نصیر الدین، مظہر جمال مصطفائی، ناشر سید مسعود احمد رضوی قادری لاہور، ۱۹۸۵، صفحہ ۷۲

[2] ہاشمی نصیر الدین، مظہر جمال مصطفائی، ناشر سید مسعود احمد رضوی قادری لاہور، ۱۹۸۵، صفحہ ۷۲

محتاج نہیں ہوگی۔ ایسی نعمتیں بخشی جائیں گی جنہیں زوال نہیں ہوگا۔ ایسے علم لدنی سے تمہیں بہرہ ور کیا جائے گا جس کے بعد جہالت نہیں ہوگی۔ ایسی خوش نصیبی دی جائے گی جس کے بعد شقاوت نہیں ہوگی۔ ایسی عزت دی جائے گی جس کے بعد ذلت نہیں ہوگی۔ ایسا قرب نصیب ہوگا جس کے بعد دوری نہیں ہوگی۔ ایسی بلندی پر فائز کیا جائے گا جس سے گرایا نہیں جائے گا۔ تم کبریت احمر بن جاؤ گے جو سرخ تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اور اس صاحب فقر کی نگاہ خاک کو کیمیا بنا دیتی ہے۔ بلندی مقام کی وجہ سے تمہارا درجہ و مرتبہ پہچانا نہیں جا سکے گا۔ اور تو ایسا یکتا فرد واحد غیب الغیب اور سر الاسرار (رازوں کا راز) ہو جائے گا کہ تیرا مثل نہیں ہوگا۔ تم پر ولایت کے درجات ختم کر دیے جائیں گے۔ تمہارے دم سے لوگوں کی مشکلات دور ہوں گی۔ تمہاری دعا سے بارش برسائی جائے گی۔ کھیت سرسبز و شاداب ہوں گے اور ہر خاص و عام کے مصائب و آلام تمہارے وسیلے سے دور ہوں گے۔"[1]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"در حقیقت ان مقالات میں آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ نے اپنی طریقت و سلوک کا بیان کیا ہے اور اپنے مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔"[2]

یعنی مذکورہ بالا تمام اوصاف و مراتب اور درجات و کمالات حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں موجود ہیں۔ فکر اقبال میں آپ کے اوصاف و کمالات کی طرف جو رموز و اشارات پائے جاتے ہیں ان میں اکثر مرد مومن، مرد حر، قلندر، فقیر، انسان کامل اور نائب حق وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ ان کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا یہ ارشاد گرامی مشعل راہ کا کام کرتا ہے کہ

"ان (اقبال) کے کلام میں مشاہدات، واردات اور غور و فکر کے ایسے دقیق

---

[1] سیدنا عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب (عربی) مقالہ چہارم

[2] شرح فتوح الغیب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجم ظہور احمد جلالی، شبیر برادرز لاہور، ۲۰۰۲ء، صفحہ ۵۳

نکتے پوشیدہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لیے روایتوں ،تمثیلوں ، تلمیحوں اور استعاروں سے مدد لینا ناگزیر ہے''۱۔

حکیم الامت نے''رموز بیخودی'' میں سورۂ اخلاص کی تفسیر بیان کی ہے۔آخری آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں جو عجیب وغریب نکات بیان کئے ہیں اس حصے کے یہ پانچ اشعار خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔

رشتہ با لم یکن باید قوی
تا تو در اقوام بے ہمتا شوی

یعنی جب تیرا رشتہ اللہ تعالی کی صفت لم یکن له کفوا احد کے ساتھ مضبوط ہو جائے تو دنیا کی اقوام میں تو بے مثال بن جائے گا۔

آنکہ ذاتش واحد است و لا شریک
بندہ اش ہم در نسازد با شریک

یعنی وہ ذات پاک واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں اس کے بندۂ مومن کا رشتہ جب اللہ تعالیٰ سے محکم، پختہ اور قوی ہو جائے تو وہ بھی دوسرے بندوں سے منفرد اور خاص ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا بھی کوئی ہم پلہ اور برابر نہیں ہوسکتا۔

مومن بالائے ہر بالا ترے
غیرتِ اُو بر نتابد ہمسرے

یعنی یہ مرد مومن بھی ہر بلند سے بلند تر ہو جاتا ہے اور اس کی دینی و روحانی غیرت اپنا ہم سر تسلیم نہیں کرتی)۔

قصیدہ غوثیہ میں دراصل حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کی طرف تلمیح پائی جاتی ہے۔

مقامکم العلی جمعا ولکن
مقامی فوقکم ما زال عالی

ایوسف حسین خان، روح اقبال صفحہ ۹ (مقدمہ از ڈاکٹر رضی الدین صدیقی)

انا فی حضرۃ التقریب وحدی
یصرفنی و حسبی ذوالجلال

ترجمہ: اگرچہ تم سب کا مقام بلند ہے لیکن میرا مقام تم سب سے بلند تر ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں یکتا اور منفرد ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے درجہ بہ درجہ عروج عطا فرمایا، وہی میرے لیے کافی ہے۔ اب دوبارہ اقبال کے باقی دو اشعار کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اوصافِ عالیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خرقۂ لا تحزنوا اندر برش
انتم الاعلون تاج بر سرش

یعنی وہ لا تحزنوا کا خرقہ زیب تن کیے ہوتا ہے اور ''انتم الاعلون'' (تم سربلند ہو گے) کا تاج اس کے سر پر ہوتا ہے۔ اس شعر میں قرآن حکیم کی اس آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۹)

ترجمہ: اور ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اور تم ہی سربلند ہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔

اس آیۂ کریمہ میں کامل مومنین سے اولیاء اللہ مراد ہیں اور ہر دور کے اولیاء اللہ میں سب سے اونچا منصب غوث کا ہوتا ہے اور اس کے اوپر غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ اور ہر دور کا جو غوث ہوتا ہے وہ آپ کا نائب ہوتا ہے۔

می کشد بارِ دو عالم دوشِ او
بحر و بر پروردۂ آغوش او

ترجمہ: وہ دونوں جہانوں کا بوجھ وہ اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتا ہے۔ خشکی اور تری اس کی آغوش میں پل رہی ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

غزل

سردار عبدالرب نشتر مرحوم

کتنا شدید غم ہے کہ احساسِ غم نہیں
کیسے کہوں کہ آپ کا مجھ پہ کرم نہیں

منزل مجھے ملے نہ ملے اس کا غم نہیں
تم ساتھ ساتھ ہو میرے، یہ بھی تو کم نہیں

اے آنے والے اپنی جبیں کو جھکا کے آ
یہ آستانِ یار ہے دیر و حرم نہیں

اُس راستے میں سر کو جھکانا حرام ہے
جس راستے میں یار کا نقشِ قدم نہیں

جھکتی ہے کائنات بھی، میری مجال کیا
سر کون سا ہے جو تیری چوکھٹ پہ خم نہیں

نشتر کا دل ہے اپنے گناہوں پہ مطمئن
وہ اور ہوں گے جن کو اُمید کرم نہیں

گذشتہ سے پیوستہ

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہم درس کی نظر میں

الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب صدیقی مرحوم ایک مایہ ناز ماہر تعلیم تھے۔ آپ بانی مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کے ہم جماعت، ہم درس اور رفیق تھے۔لڑکپن سے لے کر عمر کے آخری ایام تک محبت والفت کا یہ رشتہ قائم رہا۔آپ کی زندگی، افکار وخیالات اور قطب عالم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیتے وقت کے حوالہ سے آپ کی زریں یادوں سے قارئین ''الحسن'' کو مستفید کرنے کی غرض سے جب ادارہ ''الحسن'' نے انہیں انٹرویو کرنے کے لیے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''آپ ایک مفصل سوال نامہ مجھے دے دیں، میں پڑھ کر ان کے جوابات تحریر کر دوں گا۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اب ان کا یہ تحریری انٹرویو قارئین کے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

جدید علوم اور قرآن: جدید علوم کے ماہرین کی رہنمائی کے لیے قرآن پاک کی چند آیات کی وضاحت کی جاتی ہے جس میں اللہ پاک نے اپنی مخلوق کو ہدایت کی ہے کہ اس کی تخلیق پر غور وفکر کیا جائے نیز انفس وآفاق میں انسان کے فائدے اور بھلائی کے لیے جو بے شمار عوامل اور ذرائع پیدا کیے گئے ہیں ان پر غور وفکر کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

بعض کوتاہ اندیش اور نام نہاد جدید ذہن کے لوگ قرآن پاک میں طبیعات، کیمیاوی اور حیاتیاتی حقائق کو تلاش کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ وہ اسے محض مذہبی احکام وقوانین کی دستاویز قرار دیتے ہیں

اور بس۔ لاریب نزول قرآن کا بنیادی مقصد تو صراطِ مستقیم سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو کفر و شرک کے مذموم عقائد سے نجات دلا کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن کرنا ہے لیکن خدائے رحیم و کریم نے اپنی مخلوق کی گونا گوں حوائج، ضروریات اوران پر انعامات اور اکرامات کے حصول کے ذرائع کا بھی ذکر کیا ہے تا کہ انسان فکر معاش اور دوسری بے شمار پریشانیوں میں مبتلا ہو کر خدا شناسی کے اصلی مقصد حیات کو فراموش نہ کر بیٹھے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ پاک جل جلالہ نے قران پاک میں اپنے بندوں پر کن کن انعامات و اکرامات کا ذکر کیا ہے۔ نیز قرآن پاک کی آیات میں غور وفکر کرنے کو کتنی بڑی اہمیت دی ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورہ محمد: ۲۴)

یعنی کیا یہ لوگ قرآن پاک (کے مطالب) پر غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

اللہ جل جلالہ چاہتے ہیں کہ انسان تدبر وفکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قرآن پاک کے اندر لکھی ہوئی انفس وآفاق کی صداقتوں کی نقاب کشائی کرے۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (الاعراف: ۱۸۵)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا (کہ ارشاد خداوندی کی تعمیل کیے بنا) ان کی موت قریب آ پہنچی ہو۔ پس یہ لوگ قرآن پاک کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

اس آیہ کریمہ میں بھی اللہ جل جلالہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اوران کے اندر پائی جانے والی عجائبات پر محققانہ انداز میں غور نہیں کیا۔ شاید یہ بھی نہیں سوچا کہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آیت ۲۴ کے مطابق قرآن مجید کے مطالب پر غور وفکر اور تحقیق و تجسس از بسکہ منشاء ایزدی کا اہم تقاضہ ہے۔ سورہ الاعراف کی آیہ ۱۸۵ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن

پر تفکر و تدبر کرنا رب العزت کی طرف سے لازم گردانا گیا ہے۔

خالق کائنات چاہتے ہیں کہ اس کی حیرت انگیز تخلیقات کی ہر صنف خواہ آسمانوں اور ان کے اندر کے عجائبات ہوں، خواہ زمین ہو یا سینۂ ارض کے اوپر لاتعداد اسرار ہوں یا برف پوش چوٹیوں والے فلک بوس پہاڑ اور ان کے اندر معدنیات کے تہ در تہ قیمتی دفینے ہوں، کرہ ارض پر چلنے والی ہواؤں کا تحیر خیز نظام بادل بارش اور اس کی بدولت زمین پر روئیدگی یعنی چارہ، نظر افروز سبزہ، اناجوں سے بھری لہلہاتی کھیتیاں، لذیذ پھلوں سے لدے ہوئے باغات، میٹھے پانی کے گنگناتے چشمے، نہروں کی بل کھاتی لہریں، روپہلی موجوں والے دریا جنگلات کے سحر انگیز سلسلوں کے رومانوی مناظر یا لاتعداد ستاروں اور سیاروں کی نظر فریب جھلملاہٹیں۔

سمندر کے اندر ان گنت مچھلیوں کی ایک تحیر انگیز اور ہوشربا دنیا آباد ہے۔ ننھی منی اور پیاری مچھلیوں سے لے کر دیو ہیکل مچھلیاں قدرت کی عظمت کاریگری کی غمازی کرتی ہیں۔ بعض مچھلیاں اتنی محیر العقول ساخت کی ہیں کہ انسان ان کے سراپا کی پیچیدگی اور رنگوں کا بعید از عقل تنوع دیکھ کر سرتاپا ستائش بن جاتا ہے۔

بعض مچھلیوں کے وجود میں قدرت نے ماحول کو رنگین اور جاذب نظر بنانے کے لیے رنگ ونور کے رنگین قمقمے سجا رکھے ہیں کہ جن کی چمک دمک کی دلکشی دیکھ کر خالق اکبر کی عظمت صناعی اور ندرت کاریگری کی داد دینی پڑتی ہے۔ حسن و کمال فطرت کا عاشق جب یہ سب کچھ دیکھتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔۔۔فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المومنون: ۱۴)

آیئے دیکھتے ہیں کہ رب العزت نے فرقان حمید میں جگہ جگہ اپنی مخلوق کے آرام وسکون بھلائی اور بہتری، حصولِ رزق، انعامات واکرامات کتنے محبت آمیز اور اپنائیت کے انداز میں بیان کیے ہیں، ٹھیک اس طرح جیسے ایک خاندان کا سربراہ اہل خاندان کے سکھ چین کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کرتا ہے تاکہ اس کا خاندان ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے کسی دوسرے کا دست نگر نہ ہو۔

سورہ البقرہ کی آیت ۱۶۴ میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کا اختلاف، ہواؤں،

بادلوں، بارش، غلہ جو کہ قدرت خدا کی نشانیاں ہیں پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۸ اور ۱۹۱ ـ ۱۹۲ میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش، دن رات کی تخلیق کے فوائد پر صاحبان عقل کے لیے قدرت کی نشانیاں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ہر کروٹ یادِ خدا کی روحانی تجلیات، زمین کی ساخت پر غور وفکر کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔

سورہ یونس آیہ ۵ ـ ۶ میں قدرت کی روشن وتابندہ تخلیق سورج کو منبع ضیاء اور چاند کو انعکاس نور قرار دیا گیا ہے۔ ان نورانی عوامل کی گردشیں اور روز وشب کی پیدائش، رات دن کے فوائد اور پیدائش ارض و سماوات ـ ـ ـ ان سب میں قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سورہ یوسف آیہ ۱۰۵ میں آسمانوں اور زمین میں قدرت خدا کی بے شمار نشانیاں جگہ جگہ موجود ہیں جن پر (کم فہم اور غور وفکر سے عاری لوگ) توجہ کیے بغیر گزر جاتے ہیں۔

سورہ النحل آیہ ۸ تا ۱۶ میں چوپائیوں کی پیدائش، بارشوں اور پھلوں کا ذکر، رات دن سورج چاند ستاروں کی تسخیر، سمندر سے گوشت نیز زیورات جواہرات اور موتیوں کا حصول، چوپائیوں کی کھالوں سے خیمے اور لباس کا حصول، بارش سے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور دیگر قسما قسم پھلوں کا ذکر ہے اور ان سب میں صاحبانِ عقل وفکر کے لیے دلیلیں موجود ہیں۔

سورہ ابراہیم کی آیات ۳۲ ـ ۳۳ میں حیاتِ انسانی کے فوائد کے لیے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، بارش کا نظام، نہروں، شمس وقمر اور ان کی حرکات کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ الرعد کی آیت ۲ تا ۴ میں ارشاد ہے کہ قادرِ مطلق نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ شمس وقمر کو مسخر کیا، ان کی گردشوں کے مدار مقرر کیے جن کی وجہ سے رات دن اور موسموں کا تغیر وتبدل ہوتا ہے۔ قادر مطلق نے زمین کو پھیلایا اس پر پہاڑ اور نہریں پیدا کیں۔

زمین پر مختلف پھلوں کے باغات ہیں۔ پھلوں کے قطعات پاس پاس ہیں جنہیں ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر پھلوں میں انگور کھیتیاں اور قسما قسم کی کھجوریں ہیں ان سب کی تدبیر خالق اکبر کرتا ہے یہ سب کچھ صاحبان عقل وفہم اور تفکر وتدبیر کے لیے قدرت کی صناعی کی نشانیاں ہیں۔ اسی سورہ کی آیہ ۸

میں ارشاد ہوتا ہے کہ عورت کے حمل میں جو کچھ ہے، اللہ جانتا ہے نیز رحم کی کمی بیشی کو بھی جانتا ہے۔ آیہ ۱۲ میں ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس میں ڈر بھی ہے اور رعد (فرشتہ) اس کی پاکی بیان کرتا ہے۔

اسی طرح سورہ طٰہٰ آیہ ۵۳-۵۴ میں ارشاد ہے کہ رب کائنات نے زمین کو فرش بنایا، راستے بنائے، آسمان سے بارش کی مختلف اقسام کے نباتات تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے پیدا فرمائے۔ ان میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔

نیز سورہ الانبیاء آیہ ۱۶ میں ارشادِ حق ہے کہ ہم نے آسمان، زمین اور ان کے اندر موجود اشیاء کو محض کھیل تماشا کے طور پر نہیں پیدا کیا بلکہ ان کے اندر بہت حکمتیں ہیں متلاشیانِ حقیقت کے لیے۔

سورہ الحج آیہ ۶۵ میں درج ہے کہ (اے حقیقت کی جستجو کرنے والے انسان) اللہ نے مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے (یعنی اسے تمہارا تابع فرمان کر دیا ہے) اسی نے آسمان کو گرنے سے تھاما ہے۔

سورہ العنکبوت آیہ ۴۴ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق خاص مصلحت کے تحت مناسب طور پر کی۔ ایمان والوں کے لیے اس میں قدرت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں جنہیں صاحبان عقل وفہم جان سکتے ہیں۔

سورہ الروم آیہ ۱۹ تا ۲۲ میں ہے کہ وہ قادر مطلق بے جان سے جاندار (یعنی بیج سے اناج) اور زندہ سے بے جان (یعنی انسان سے مادہ تولید) کو پیدا کرتا ہے۔ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ پھر اس نے اپنی عنایت سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تا کہ تمہیں آرام ملے اور میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ اس میں تفکر اور تدبر کرنے والوں کے لیے سبق ہے۔

آسمان اور زمین کی تخلیق اور انسانی لب ولہجہ اور گفتگو کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔

(جاری ہے)

فضائل درود وسلام

افتخار احمد حافظ قادری

بلادِ مغرب مراکو کے شہرِ اولیاء ''فاس'' کے گیارہویں صدی ہجری کے مشہور و معروف صوفی بزرگ غوثِ وقت سیدی عبدالعزیز الدباغ الادریسی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے مرید و خلیفہ، سیدی احمد بن مبارک السلجماسی نے سوال کیا کہ دُرود شریف پڑھنے کی وجہ سے جنت میں وسعت پیدا ہوتی ہے جبکہ دیگر اذکار پڑھنے سے ایسا نہیں ہوتا، اس کی وجہ کیا ہے؟

سیدی عبدالعزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا لان الجنة أصلها من نور النبی صلی الله علیه وآله وسلم کہ جنت کی اصل نورِ محمدی ہے۔ اس لیے جنت اپنے ''اصل نور'' کی طرف مشتاق رہتی ہے اور دُرود وسلام سن کر اس میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

جنت کے اطراف اور دروازوں پر متعین فرشتے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک اور آپ پر دُرود بھیجنے میں مشغول ہوتے ہیں تو پھر جنت ہر طرف سے پھیلتی ہے اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے پابند نہ کیا ہوتا تو جنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہی دُنیا میں آ جاتی اور پھر ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود رہتی۔

غوثِ زماں سیدی عبدالعزیز الدباغ الادریسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واذا دخل النبی وأمته، فرحت بهم الجنة کہ جب آپ اور آپ کی اُمت جنت میں داخل ہو جائے گی تو اس خوشی کے عالم میں جنت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ دُرود وسلام ان الله و ملائکته یصلون علی النبی--- کے ذریعے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود وسلام بھیجنا فرض قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کتاب میں مجھ پر

درُود لکھا جب تک اُس کتاب میں میرا نام باقی رہے گا تو فرشتے اُس لکھنے والے کے لیے بھی مسلسل استغفار کرتے رہیں گے۔"

عاشقِ رسول، ولی کامل حضرت شیخ مصطفیٰ کمال الدین البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جب یہ روایت پہنچی کہ ان من صلی علیه الفا حرم الله جسده علی النار جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ہزار مرتبہ درُود پڑھا (تحریر کیا) تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس پر نارِ جہنم کو حرام کر دے گا۔ اس روایت کے بعد شیخ کمال الدین البکری نے ایک ہزار کی تعداد میں صیغہ ہائے درود و سلام کو لڑیوں میں پرو کر بنام الصلات البریه فی الصلاۃ علی خیر البریۃ عشاقانِ درُود و سلام کے لیے ایک نادر و انمول تحفہ پیش کر دیا۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درُود و سلام بھیجنے کا فائدہ اُس درود شریف پڑھنے والے کو ہی ہوگا اور پھر یہ وہ عملِ مبارک ہے جو ہر حال میں قبول و منظور ہے۔

ولی کامل شیخ ابو سلیمان الدارانی کا قول مبارک ہے الصلاۃ علی النبی لا ترد کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا جانے والا درُود و سلام کبھی رد نہیں ہوتا۔

نا قبولِ بارگاہِ حق کبھی ہوتا نہیں
غور کے قابل ہے یہ تخصیص و تفرید درُود

قطعہ

اعجاز رحمانی

ذکر کی محفلوں میں رہتے ہیں
شاہِ بطحاؐ دلوں میں رہتے ہیں

اُن کے دامن کو چھوڑنے والے
عمر بھر مشکلوں میں رہتے ہیں

حالات حاضرہ

نظامِ عدالت وانصاف

شبیر حسین امام

پاکستان کی عدالتیں مشکلات کا شکار ہیں۔ اس وقت عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) میں ستاون ہزار سے زائد مقدمات زیر سماعت ہیں جبکہ ملک بھر میں چوبیس لاکھ سے زائد مقدمات دیگر (ماتحت) عدالتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اکتوبر ۲۰۲۴ء اور فروری ۲۰۲۵ء کے درمیان، بارہ ہزار سے زیادہ مقدمات کو نمٹایا گیا ہے لیکن اِسی عرصے میں نئے مقدمات بھی بڑھتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انصاف تک فوری رسائی کی راہ میں حائل مشکلات کم نہیں ہو رہیں۔

چیف جسٹس آف پاکستان جناب یحییٰ آفریدی نے اس نظام کو ٹھیک کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور اِس مقصد کے لیے اُنہوں نے عدالتوں کو جدید آلات سے لیس کرنے کے ساتھ تیز تر، منصفانہ اور عوام دوست بنانے کے لیے متعدد اصلاحات کی ہیں جن میں ٹیکنالوجی کے استعمال کو بھی خاطر خواہ اہمیت دی گئی ہے جیسا کہ ”ای حلف نامہ“ اور ”کیس مینجمنٹ“ جیسے نظام متعارف کرانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ مقدمات کے منطقی انجام تک پہنچنے میں تاخیر کم کی جا سکے۔

کسی مقدمے کے جلد حل نہ ہونے کی وجوہات میں متعلقہ کاغذات کی عدم دستیابی ہوتی ہے۔ اگر عدالت کسی مقدمے کو سماعت کے لیے منظور کرنے سے قبل آرٹیفشل انٹیلی جنس (مصنوعی ذہانت) کے ذریعے متعلقہ کاغذات (دستاویزات) آن لائن طلب کرے اور ماتحت عملہ اِن دستاویزات کی جانچ پڑتال اور تصدیق کے مراحل پہلے ہی سے طے کر لے تو اِس سے چند پیشیوں ہی میں کسی بھی پیچیدہ سے پیچیدہ اور پرانے سے پرانے مقدمے کا فیصلہ ممکن ہے۔ نیز آن لائن وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے

مقدمات کو 'ٹریک' کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

عدالتی نظام میں حالیہ اصلاحات کے باوجود خاطر خواہ بہتری نہیں آرہی اور معاملات جس تیزی سے آگے بڑھنے چاہئیں وہ رفتار دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ عدالتوں کے چکر لگانے والے کس عذاب سے گزرتے ہیں اور کس طرح سادہ لوح (کم خواندہ) افراد سے ہر عدالتی مرحلے پر رشوت طلب کرنا معمول بن گیا ہے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ خود منصفین کی ناک کے نیچے 'ناانصافی' عام ہے لیکن انہیں نظر نہیں آرہی۔

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے

عدالتی نظام میں موجود سقم دور ہونے چاہئیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایسے وکلاء بھی ہیں جو مقدمات کو التوا میں رکھنے کے ماہر ہونے کی شہرت رکھتے ہیں جبکہ ایک عدالت تو ضمیر کی بھی ہوتی ہے جو جیتے جاگتے باشعور انسان کے اندر ہر وقت لگی رہتی ہے۔ گنتی کے بُری شہرت رکھنے والے وکلا اگر اپنے پیشے سے انصاف نہیں کر رہے تو اُنہیں بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے کہ آخر ایک دن ''بڑی عدالت'' میں پیش ہونا ہوگا۔ توجہ طلب المیہ یہ بھی ہے کہ مقدمات کا فیصلہ ہونے میں کئی کئی سال لگ رہے ہیں اور بسا اُوقات تو ایک ہی جرم کے لیے متعدد عدالتوں میں فردِ جرم عائد کرنے کی غیر منصفانہ صورتحال کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے انصاف تک رسائی کسی مہم جوئی سے کم نہیں رہی۔

شنید ہے کہ قاضی القضاء (چیف جسٹس آف پاکستان) نے اِن مسائل کو حل کرنے کے لیے وزیر اعظم، وکلاء برادری اور یہاں تک کہ پاکستان کو قرض دینے والے عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) سمیت کئی متعلقہ اہم رہنماؤں سے بات کر چکے ہیں یا ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چیف جسٹس آف پاکستان صاف گو بھی ہیں انہوں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے لے کر فوج کی جانب سے عام شہریوں کے مقدمات (سویلین ٹرائلز) کے حوالے سے دلیرانہ بیانات دیئے ہیں۔

یہ سب ہمارے سامنے ہو رہا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت کئی ایسے موضوعات پر کھل کر

تبادلۂ خیال کر رہی ہے جو اِس سے قبل ممنوع سمجھے جاتے تھے۔

یقیناً یہ تبدیلی ہے لیکن عام آدمی کے نکتہ نظر سے تبدیلی تبھی آئے گی جب انصاف کی فراہمی کا وعدہ پورا ہوگا۔ ضرب المثل قول ہے کہ ''ناانصافی کہیں بھی ہو لیکن وہ ہر جگہ انصاف کے لیے خطرہ ہوتی ہے۔'' عدالتوں میں ٹیکنالوجی کے ذریعے بہتری کی کوششیں ماضی میں بھی ہوتی رہی ہیں لیکن اِن اصلاحات کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے اور وہ حقیقی تبدیلی نہیں آئی جس سے ایک عام آدمی راحت و اطمینان محسوس کر سکے۔

قابل صد احترام چیف جسٹس آف پاکستان کی جانب سے حالیہ چند اصلاحات میں عوام اور وکلاء کی رائے جاننے کے لیے ''فیڈ بیک سسٹم'' بھی متعارف کرایا گیا ہے لیکن اِس سے بھی عدلیہ پر عوام کے اعتماد میں بہتری (بحالی) نہیں ہو سکی ہے۔

عام آدمی کے لیے ''حقیقی تبدیلی'' وہی ہوگی جو عملی نتائج کی صورت سامنے آئے تا کہ ---شنیدہ کے بود مانند دیدہ--- کے مصداق یقین کیا جا سکے کہ واقعی انصاف ہر خاص و عام کو مل رہا ہے، تصورات بدل رہے ہیں، عدالتیں آئین کے مطابق اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اور یہی وہ مرحلہ ہوگا جہاں عدل و انصاف کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے میں بہتری آتی چلی جائے گی کیونکہ ''حکومتیں کفر سے تو چل سکتی ہیں لیکن ظلم (ناانصافیوں) سے نہیں۔''

عدالت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انصاف کو اوّلیت (ترجیح) ملنی چاہیے۔ اگر عدالت عام لوگوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتی تو بھلے ٹیکنالوجی پر مبنی اصلاحات ہوں یا ٹیکنالوجی کے بغیر، اِن سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی بامعنی (حسب ضرورت) تبدیلی عملاً ممکن ہو سکے گی۔

عام آدمی کو عدالتوں کی ضرورت ہے، ایسی عدالتیں جہاں سے فوری انصاف مل سکے، ایسی عدالتیں جو بغیر کسی مداخلت اور دباؤ کے کام کریں، ایسی عدالتیں جو پاکستان میں 'حقیقی تبدیلی' کا پیش خیمہ ثابت ہوں۔

قوالی اور گرہیں لگانے کا فن

پروفیسر ڈاکٹر غلام معین الدین نظامی
سابق پرنسپل گورنمنٹ اورینٹل کالج، لاہور (جامعہ پنجاب)

میں نے بچپن سے اختتامِ جوانی تک فارسی، اردو، پوربی اور پنجابی کی بہت زیادہ قوالیاں سنیں۔ چند نامور فنکاروں سے بھی اسی دور میں کچھ محدود سی قوالیاں خود بھی منعقد کروائیں، مزامیر کے بغیر بھی اور ان کے ساتھ بھی، عام قوالیاں بھی اور خاص بھی۔

مگر سب کی سب تھیں وہی قدیم خانقاہی روش کی، چشتی رنگ کی۔ اس دور میں بھی قوالی نجانے کیوں میری پہلی ترجیح کبھی نہ بن پائی۔ کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا کہ اس کے بغیر جینا محال ہے۔ قوالیاں سننا میرا کوئی قابلِ ذکر معمول بھی نہ بن سکا۔ شاید میری باطنی استعداد ہی میں زرخیزی اور باروری کم تھی۔ کچھ عرصہ غزل گائیکی نے اپنی طرف خاصا متوجہ رکھا، فلمی گانوں میں بہت کم کشش ملی۔ ان احوال میں مجھ میں قوالی کا ایک خاص ڈھب کا ذوق ضرور تشکیل پا گیا جس کے مجموعی اسلوب میں بعد میں کمی بیشی بہت کم ہوئی۔

یہ ذوق مختلف نشیب وفراز سے ہوتا ہوا، پختہ عمری میں بہ وجوہ بہت ہی مدھم ہو گیا۔ کبھی کبھی تو یہ سوچ کر نا معلوم سی الجھن بھی ہوتی کہ یہ ذوق کہیں خدانخواستہ بالکل معدوم ہی نہ ہو گیا ہو۔ لیکن اتفاق سے ایسا نہیں تھا۔ اس فن سے یہ تھوڑی بہت وابستگی بھی شعری، سماعی، عرفانی اور ذوقی حدوں تک ہی رہی۔ علمی، فنی اور تکنیکی دلچسپی نہ بنی۔ مجھے فلمی، کمرشل، لبرل، سیکولر اور جدید ترین ہلڑ بازانہ قوالیوں کا پتا بہت بعد میں چلا۔

کچھ علمی ضرورتوں سے ان کے بعض معروف شاہکار جیسے تیسے سماعت بھی کیے مگر تشفی نہ ہوئی، تشویش ہوئی۔ تشویش جس کے اسباب وعوامل بھی بہت واضح نہیں تھے۔ شاید روایتوں کی سینہ چاکی اور معیارات

کی دل خراشی ---ماضی میں، ماضی کی کسی خاص فضا میں رکے ہوئے شخص کی تشویش۔تشویش ہوئی اور قائم بھی رہی لیکن ہماری اور ہم جیسے فرسودگانِ ذوق واقدار کی کسی بھی درجے کی تشویش سے رفتارِ دوراں اور میلاناتِ زمانہ کو بھلا کیا فرق پڑتا ہے؟

اس انبوہِ صَوت وصدا، بازارِ عشوہ وادا اور نیرنگیٔ نمود ونمائش میں اکّا دکّا چیزیں مختلف وجوہات کی بنا پر واقعی اچھی بھی لگیں۔

گرہیں لگانا فن قوالی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے اور اساسی اہمیت کی حامل بھی۔گرہوں کے بغیر قوالی ادھوری لگتی ہے یا شاید قوالی ہی نہیں رہتی---جیسے ہم نواؤں کے بغیر۔اچھی گرہ قوال کی ذہانت، حاضر دماغی، شعری ذوق اور سامعین شناسی کا امتحان بھی ہوتی ہے اور اس کی نازک فنی آزمائش بھی۔قوالی کے خاص اس ذیلی شعبے میں مختلف ادوار میں بڑے بڑے ماہر استاد جنم لیتے رہے اور یہ ہنر وری ان کی عزت، پذیرائی، شہرت اور مقبولیت کا باعث بنی۔

ان بڑے قوالوں کی بیاضیں خاصے کی چیز تھیں۔کاش وہ محفوظ رہ گئی ہوتیں اور مرتب کر کے شائع کر دی جاتیں۔ہمارے ہاں قوالوں کی بیاضوں پر تاحال شاید کوئی علمی، تحقیقی اور تجزیاتی کام نہیں ہوا ہے۔

مجھے چند سال پہلے لاہور کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی میں قوالی پر اپنی سمجھ بوجھ اور چند دوستوں کے مشورے سے انڈر گریجویٹ درجے کا ایک کورس بنانے اور کئی سال پڑھانے کا خوشگوار تجربہ ہوا۔کسی نہ کسی طرح وہ کورس بہت مقبول بھی ہو گیا۔

نصاب سازی اور تدریس کے اس دورانیے میں گرہ کے فن پر بھی کچھ سوچ بچار کا موقع ملا، کچھ پرانی باتیں یاد آئیں، سنی ہوئی کچھ ہدایات ذہن میں تازہ ہوئیں اور درجِ ذیل نکات مرتب ہوئے:

۱: مرکزی کلام جس شاعر اور جس زبان کا ہو، مناسب گرہیں بھی اسی شاعر کے اسی زبان کے کلام سے چنی جائیں تو اچھا ہے

۲: مرکزی کلام جس شاعر کا ہو، گرہیں اسی شاعر کے دوسری زبانوں کے کلام سے لی جائیں۔

۳: پہلی اور دوسری صورت کا متوازن امتزاج بھی پیشِ نظر رکھا جا سکتا ہے۔

۴: مرکزی کلام جس زبان کا ہو، متعلقہ گرہیں اسی زبان کے مختلف شاعروں کے کلام سے منتخب کی جائیں۔

۵: مرکزی کلام جس زبان کا ہو، اس کی گرہیں مختلف شاعروں کے مختلف زبانوں کے اشعار سے لی جائیں۔

۶: گرہ لگاتے ہوئے ہمنوا اور سازندے خاموش رہیں یا ہلکی آواز میں کوئی ساز بجتا رہے تاکہ گرہ الگ پہچانی جائے اور بنیادی کلام میں گڈمڈ نہ ہو جائے۔

۷: گرہ ایک مصرع بھی ہو سکتی ہے، ایک شعر بھی اور زیادہ بھی۔ معتدل روش یہ ہے کہ گرہ ایک دو اشعار ہی کی ہو۔ طویل گرہیں کبھی کبھار کسی خاص موضوع پر ہی کامیاب رہتی ہیں۔

۸: بہتر ہے کہ گرہ کا کلام ایک ہی بار پڑھا جائے، دہرایا نہ جائے۔ ضرورت محسوس ہو تو اسے دہرانا بہ ہرحال معیوب نہیں ہے۔

۹: گرہ کے طور پر آیات، احادیث، اقوال، ضرب الامثال وغیرہ کا استعمال نہ کیا جائے۔ شعروں ہی سے استفادہ کیا جائے۔

۱۰: مرکزی کلام میں مناسب اور متوازن مقامات پر گرہیں لگائی جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ مثلاً پہلے، دوسرے شعر پر ایک آدھ گرہ لگا دی جائے اور پھر کہیں اواخر میں جا کر اس کا موقع آیا، درمیان میں کئی شعروں پر کوئی گرہ نہ لگی۔

۱۱: گرہ در گرہ بھی روا ہے۔ کچھ لوگ اس روش کو زیادہ پسند کرتے ہیں، کچھ کم اور کچھ بالکل نہیں۔ اس معاملے میں وقت، موقع محل اور صاحبِ محفل اور سامعین کے عمومی ذوق کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

۱۲: صرف لفظی مناسبت سے گرہیں لگانا بہت اچھی بات نہیں ہے۔ معنوی مناسبت کی اہمیت زیادہ ہونی چاہیے۔ بہترین گرہ وہ ہوگی جس میں بنیادی کلام سے کچھ نہ کچھ لفظی اشتراک بھی ہو اور معنوی ربط بھی۔

۱۳: کم معیار کے اشعار، بہت زیادہ رائج اور گھسی پٹی گرہیں اور فلمی (باقی صفحہ ۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

نوٹ: تبصرے کے لیے دو کتابیں ارسال کی جائیں۔

عنوان: البیان الاوفٰی فی تفسیر آیات سماع الموتٰی

صفحات: ۳۶۰

طبع اول دسمبر ۲۰۲۴ء

ناشر: مکتبۂ راشدیہ ضلع تلہ گنگ (پنجاب) پاکستان

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ قادری بخاری

سماع موتٰی کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان ایک طرح کا اختلاف شروع سے چلا آرہا تھا۔ جو علمی اور فروعی نوعیت کا تھا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد بعض حضرات نے اپنی فکری کج روی کے باعث اسے اصول اختلاف میں تبدیل کر دیا اور قائلین سماعِ موتٰی کی تکفیر شروع کر دی۔ چونکہ علماء کا یہ گروہ دیوبندیت کے نام پر کام کر رہا تھا لہٰذا اکابرین علماء دیوبند نے ان کی گرفت کرتے ہوئے سماع موتٰی کے اثبات میں کتابیں لکھیں جن میں حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب کی ''تکمیل الحبور سماع اهل القبور'' اور حضرت علامہ شیخ محمد سرفراز خان صفدر کی ''سماع موتٰی'' قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت علامہ حافظ شیر زمان راشدی صاحب نے مذکورہ بالا عنوان سے مقالہ قلم بند فرمایا جو ایک نہایت ہی جامع اور سنجیدہ تحقیقی کاوش ہے۔ آپ نے سماع موتٰی کے متعلق چھ آیات کو لے کر اسے چھ ابواب میں تقسیم فرمایا اور ان آیات قرآنیہ سے منکرین نے جو استدلال پیش کیا ہے آپ نے ان کے صحیح اور درست مفہوم کو واضح کرنے کے لیے قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کی طرف رجوع فرمایا۔ ہر باب کی تین فصلیں قائم فرمائیں۔

پہلی فصل میں پہلی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کی ۳۲ تفاسیر کے حوالے پیش فرمائے۔

دوسری فصل میں گیارہویں صدی ہجری سے پندرہویں صدی ہجری تک کی ۸ تفاسیر سے حوالہ جات مہیا کیے گئے۔ جبکہ تیسری فصل میں ۱۲ اردو تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں سے زیادہ تر علمائے دیوبند کی تفاسیر سے حوالہ جات فراہم کرتے ہوئے مسئلہ مذکورہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یوں ۶۲ تفاسیر قرآن سے ۳۴۰ حوالہ جات پیش کرتے ہوئے سماع موتیٰ کو ثابت کیا گیا اور منکرین مع معترضین کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی عالمانہ انداز میں کوشش کی گئی ہے۔ ملت اسلامیہ کے لیے راشدی صاحب کا ایک نفیس تحفہ ہے جس کا مطالعہ افکار و اعتقاد کے انتشار کو رفع کرنے میں مفید اور معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

بقیہ: قوالی اور گرہیں لگانے کا فن

گانوں کی شاعری وغیرہ کا گرہی استعمال پسندیدہ نہیں کہلایا جا سکتا۔ اچھی، معیاری اور نئی گرہوں کے انتخاب میں محنت کرنی چاہیے۔

اس تعلق سے سہل انگاری اور سہولت پسندی فنی کم کوشی پر دلالت کرتی ہے۔

۱۴: گرہ لگانے کے لیے ان میں سے کسی ایک وضع کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ قوال اپنے مختلف فنی ادوار یا مختلف محافل میں مختلف انداز اختیار کر سکتے ہیں۔

۱۵: برصغیر میں پچھلی صدی میں اچھے فارسی اور اردو اشعار کے کچھ معیاری موضوعاتی مجموعے شاید قوالوں کی یہی ضرورت پوری کرنے کے لیے ترتیب دیے گئے تھے جیسے قوالیوں کے مجموعے اور گلدستے وغیرہ شائع کیے جاتے تھے اور کاروباری طور پر بہت کامیاب بھی رہتے تھے۔

برائے رابطہ

شاہ محمد غوث اکیڈمی

کوچہ آقا پیر جان، یکہ توت، پشاور شہر

0332-5553125 www.alameer.org info@alameer.org facebook.com/Alameer.org